THE

SENATE OF PAKISTAN

DEBATES

OFFICIAL REPORT

Thursday, June, 23, 2011

(71st Session)

Volume IV No. 15

(Nos. 1-16)

CONTENTS

Pages

1. Recitation from the Holy Quran……………….…..……… 1
2. Leave of Absence ……………………………………… 2
3. Discussion on Visit of Two Senators to Iran for Attaining Electricity ……………………………………………… 8-16
4. Legislative Business ……………………………………. 17-19
5. Further discussion on the Presidential Address…………. 20-87

Printed and Published by the Senate Secretariat Islamabad

Volume: IV No. 15 SP.IV (15)/2011 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday, June 23, 2011

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at twenty one minutes past eleven in the morning with Mr. Deputy Chairman (Mr. Jan Muhammad Khan Jamali,) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَ
اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ۔ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔ اَمْ
حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ۗ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۔ وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔

ترجمہ : بے شک یہ لوگ اللہ کی جانب سے (اسلام کی راہ میں پیش آمدہ مشکلات کے وقت میں وعدوں کے باوجود) ہرگز آپ کے کام نہیں آئیں گے، اور بے شک ظالم لوگ (دنیا میں) ایک دوسرے کے ہی دوست اور مددگار ہوا کرتے ہیں، اور اللہ پرہیزگاروں کا دوست اور مددگار ہے۔ یہ (قرآن) لوگوں کے لیے بصیرت و عبرت کے دلائل ہیں اور یقین رکھنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ کیا وہ لوگ جنھوں نے برائیاں کمارکھی ہیں یہ گمان کرتے ہیں

کہ ہم انہیں ان لوگوں کی مانند کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے (کہ) ان کی زندگی اور ان کی موت برابر ہو جائے۔ جو دعویٰ (یہ کفار) کر رہے ہیں نہایت برا ہے۔ اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق (پر مبنی حکمت) کے ساتھ پیدا فرمایا اور اس لیے کہ ہر جان کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کمائے ہیں اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

(سورۃ الجاثیہ آیات19-22)

Leave of Absence

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں leave application پڑھ لوں۔ تاکہ کچھ دوستوں کی دیہاڑی کھری ہو جائے، نہیں تو پھر گڑبڑ ہو جائے گی۔ ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ ذاتی مصروفیات کی بناء پر مورخہ 17 جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جناب محمد جہانگیر بدر نے بعض سرکاری مصروفیات کی بناء پر مورخہ 21 تا 24 جون کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: راجہ محمد ظفرالحق نے بعض مصروفیات کی بناء پر مورخہ 20 تا 24 جون کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جناب محمد طلحہ محمود ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 22 جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا درخواست منظور کی ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: زاہد خان صاحب، آپ بات کرلیں، پھر Leader of the House بات کریں گے۔ بلیدی صاحب، زاہد صاحب بات کرلیں پھر آپ کو موقع دیتا ہوں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ اس ملک میں دو چیزوں کا crisis ہے، ایک بجلی کا اور دوسرا پٹرول کا ہے۔ ان کے دونوں ministers نے پہلے بہانہ بنایا تھا کہ اسمبلی میں بجٹ پر cut motion آرہے ہیں۔ مہربانی کرکے ان کو بلائیں تو پھر ہم point of order پر بات کریں۔ ہم بات کرلیں گے لیکن وہ ہوا میں تحلیل ہوجائے گی۔ مہربانی کرکے پہلے ان کو بلالیں پھر ہم بات کریں گے۔

Mr. Deputy Chairman: Leader of the House please.

سینیٹر سید نیر حسین بخاری (قائد ایوان): جناب! یہ نہیں ہوسکتا کہ اگر کسی منسٹر سے جواب لینا ہے تو آپ point of order پر کھڑے ہوگئے اور آپ حکم جاری کریں کہ اس کو بلا لیں۔ Rules میں بڑا واضح طریقہ ہے کہ Calling Attention Notice دیں۔ We should intimate the Minister that he should come prepared. آپ ایک دم اپنی سیٹ پر کھڑے ہوکر point of order پر کہہ دیں کہ منسٹر کو بلایا جائے، یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔

(مداخلت)

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: بات یہ ہے کہ اگر کسی particular Minister سے related کوئی بات ہے تو اس کے لیے Rules میں provided ہے کہ آپ اس کے لیے Calling Attention Notice دیں اور Order of the Day پر وہ آئے اور Minister کو ہم کہیں کہ come prepared. یہ کیا طریقہ ہے کہ آپ سیٹ پر کھڑے ہوجائیں اور Point of order پر کہیں کہ فلاں منسٹر کو طلب کرو۔ We can not run the House like this.

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: ایک بندہ بات کرے۔ Leader of the House بول رہے ہیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب! یہ پارلیمنٹ میں بیٹھے ہیں they should learn the Rules. آپ پارلیمنٹ کو اس طرح چلانا چاہتے ہیں؟ اس طرح پارلیمنٹ نہیں چلا کرتی۔

Mr. Deputy Chairman: All Senators may please take their seats. Let us wait.

ایک منٹ ٹھہریں۔ آپ کی رپورٹ بھی سن لیتے ہیں۔ نیر بخاری کی as Leader of the House ذمہ داری بنتی ہے۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب! میں نے پہلے عرض کیا کہ اگر اس ہاؤس کو آپ نے اس طرح چلانا ہے تو یہ Rules and Procedures آپ نے کیوں رکھا ہوا ہے۔ اس کا مقصد کیا ہے؟ آپ point of order کے لیے Rules دیکھیں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: اگر آپ صبر اور حوصلے سے باری باری سنیں گے تو بات سمجھ میں آجائے گی۔ جی، عبدالحسیب صاحب۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: جناب چیئرمین! میں نے point of order پر کہا تھا کہ نوید قمر اور رحمٰن ملک کو بلایا جائے کیونکہ میں نے ان پر باقاعدہ اور on the floor یہ الزام عائد کیا تھا کہ یہ جو کچھ کراچی میں ہو رہا ہے اور جو آگ لگائی جا رہی ہے، PMD جلائے جا رہے ہیں اس کے لیے میں نے نوید قمر اور رحمٰن ملک کو ذمہ دار ٹھہرایا تھا ان کو بلایا جائے۔ نہیں بلایا گیا۔ دوسرے ہفتے پھر میں نے کھڑے ہو کر یہ بات کی۔ جناب چیئرمین! اگر ہماری کوئی عزت ہے، ہم پارلیمنٹیرین ہیں اور ہم نمائندگی کرتے ہیں تو جب میں دو مرتبہ الزام لگا رہا ہوں کہ یہ ذمہ دار ہیں۔ دو مرتبہ تو نہیں بلایا گیا۔ تیسری مرتبہ پھر میں کہہ رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی، میں اس چیز کا نوٹس لے رہا ہوں۔ کل دوپہر تک انہوں نے فنانس بل پاس کرایا ہے۔ آج وہ فارغ ہیں، تو آج میں Leader of the House کو کہوں گا کہ کل کے لیے اس کو مطلع کر دیں کہ آجائیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ Call Attention Notice دیا جائے۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: آپ کی observations میں ضرور convey کروں گا لیکن میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اگر important issue ہے اور معزز رکن اس کو discuss کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے Adjournment Motion کا ایک طریقہ ہے۔

Either they should move an Adjournment Motion. We have to conduct this House in accordance with the Rules. If there is anything and they want information or they want a statement from the Minister, they should move a Calling Attention Notice. So, it should be in accordance with the Rules sir. I should convey it to the concerned Minister that he should ensure his presence in the House. Certainly, I would ensure his presence in the House when an Adjournment Motion is there or if there is a Calling Attention Notice.

ہم Rules کب سیکھیں گے اور کب ان Rules پر عمل کریں گے؟

جناب ڈپٹی چیئرمین: بخاری صاحب! کبھی کبھی ایسی صورتحال ہوتی ہے کہ Call Attention Notice جمع کرنے کا بھی time نہیں ملتا۔ معزز سینیٹرز سے گزارش ہے کہ ابھی Call Attention Notice دے دیں تا کہ ہم ان کو کل کے لیے پابند کر دیں۔ جی، زاہد صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب! ایوان میں منسٹر کا ہونا ضروری ہے یا نہیں ہے؟

جناب ڈپٹی چیئرمین: اٹھارھویں ترمیم کے بعد وہ پابند ہو گئے ہیں۔ اب وہ questions کے جوابات دینے کے پابند ہیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: نہیں جناب! کسی نہ کسی منسٹر کو تو یہاں بیٹھنا چاہیے۔ سینیٹ کو وہ اس قابل ہی نہیں سمجھتے۔ جب Prime Minister یہاں پر آتے ہیں تو سیٹوں پر جگہ نہیں ملتی۔ Prime Minister کا بھی آنا ضروری ہے۔ اگر منسٹر یہاں پر نہیں آتے تو پھر سینیٹ ختم کر دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اب کچھ قانونی کام بھی تو کر لیں۔ دونوں Ministers کے لیے Call Attention Notice دے دیں تا کہ کل ہم ان کو آنے کے لیے پابند کر دیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب! please آپ یہ ruling نہ دیں بلکہ یہ ruling دیں کہ منسٹر کا یہاں آنا ضروری ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: وہ تو ہے۔ They have to come to the House and they have to give equal respect to both the Houses.

سینیٹر محمد زاہد خان: پورا ہاؤس مجھے بتائے کہ کونسا منسٹر یہاں پر بیٹھا ہوا ہے؟

جناب ڈپٹی چیئرمین: مولا بخش صاحب پہنچ گئے، ان کو تو ہم اپنا سمجھتے ہیں۔ گھر کی مرغی دال برابر نہ سمجھیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب! کل کی ruling دیکھ لیں۔ آج کی proceeding کے بارے میں کل انہوں نے کچھ احکامات بھی فرمائے تھے۔ سیکرٹری صاحب آپ کو دکھا دیں گے کہ وہ ruling کیا تھی؟

جناب ڈپٹی چیئرمین: راجہ صاحب! کل چیئرمین صاحب نے جو rulings دی تھیں، وہ دکھائیں۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, regarding Presidential Address.

جناب ڈپٹی چیئرمین: Presidential Address مکمل کر لیں تو ہم free ہو جائیں گے۔ بلیدی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مجھے آپ لوگوں کی rulings کی کوئی حیثیت سینیٹ میں نظر نہیں آتی اور نیر بخاری کی کارکردگی بھی۔ مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا کہ اس کے بعد بھی نہ کوئی منسٹر آتا ہے اور نہ وزیراعظم آتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کہنا چاہتے ہیں کہ سینیٹ بے بس ہاؤس ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: بالکل بے بس ہے۔ آج آپ ایک ruling دیں کہ سینیٹ بے بس ہاؤس ہے۔ ہم صرف اپنی حاضری لگانے کے لیے آتے ہیں اور TA, DA لیتے ہیں۔ 50 Ministers میں سے ایک بھی ہمارے پاس نہیں ہے، سارے منسٹرز اسمبلی میں ہیں۔ یہ آپ اور ہم سب کی کمزوری ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ہاؤس اجازت دے تو منسٹرز کی کیفیت آپ کو بتا دوں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب! اگر آپ نے یہی ruling دینی ہے تو میں آپ کی توجہ اٹھارھویں ترمیم کی طرف دلاؤں گا۔ اٹھارھویں ترمیم سے پہلے Cabinet جو تھی they were not

supposed to be answerable to this House. یہ آپ mind میں ضرور رکھیں کہ اپریل 2010 کے بعد حالات بدل گئے ہیں۔ اب different position ہے۔ میرا خیال ہے کہ جو feelings ہیں وہ convey کی جائیں۔ قومی اسمبلی میں بیس منسٹرز بیٹھتے ہیں تو کم از کم دو تین یہاں پر بھی دیکھے جائیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: ڈار صاحب نے جو اٹھارھویں ترمیم کی بات کی ہے۔ Obviously the Cabinet is responsible and accountable to the Upper House also. آپ اس پر جو احکامات دینا چاہتے ہیں they will be conveyed to the Government.

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی، میڈم سعیدہ صاحبہ۔

سینیٹر سعیدہ اقبال: تین منسٹرز کے لیے بار بار کہا جا رہا ہے اور یہ بات کئی دنوں سے چل رہی ہے۔ رحمٰن ملک، نوید قمر اور عاصم حسین صاحب کو آپ بلوا لیں تو اچھا ہے۔ میں اپنی بات تو یہ کرنا چاہتی ہوں کہ کل یہاں پر Leader of the House نے ایک معترضہ مضمون جو ایک خاتون MNA نے لکھا تھا اس کا حوالہ دیا تھا اور اس پر بات ہوئی تھی۔ ہم ہرگز اس بات پر تیار نہیں تھے مگر چیئرمین صاحب نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم یہ بات مان جائیں کہ ڈار صاحب اس سے explanation لیں۔ ہم اب بھی نہ as member upper House اور نہ PPP ممبر کی حیثیت سے مطمئن ہیں۔ ہم کسی طور پر مطمئن نہیں ہیں کہ ایک خاتون article 6 ہمارے چیئرمین پر لگا دے۔ ڈار صاحب کا حق بنتا ہے کہ پارٹی کے اندر وہ اپنے ممبر سے کچھ پوچھیں یہ ان کا اندرونی معاملہ ہے اور ان کی اخلاقی اچھائی ہے کہ یہ پوچھتے ہیں مگر

As a member of PPP, as a member of this august House myself and so many others, we want explanation on the floor of this House or at least in the Privileges Committee. So, if that is not done, we as Treasury members are not going to participate in all this.

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ تھوڑا سا صبر کریں۔ جی، مشہدی صاحب۔

Discussion on the Visit of Two Senators to Iran for Attaining Electricity

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: شکریہ جناب چیئرمین! جس اندھیر نگری اور جس اندھیرے میں ہم رہ رہے ہیں، دو چھوٹی چھوٹی روشنیاں نظر آئی ہیں، دو تارے نظر آئے ہیں جو کہ completely ignored ہو گئے ہیں۔ مجھے فخر ہے کہ وہ اس ہاؤس میں میرے ساتھی ہیں، مجھے فخر ہے کہ وہ چھوٹے صوبے بلوچستان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک تو نوابزادہ رئیسانی اور دوسرے ڈاکٹر اسمٰعیل بلیدی جناب والا! اس ہاؤس کے ان دو ممبروں نے ہمت کی، ہمت دکھائی، آج کل تو ہماری ہمت ہی غائب ہو گئی ہے۔ ایران ہمیں بجلی دینے کے لیے رو رہا ہے، پیٹ رہا ہے اور کوئی ادھر نہیں گیا۔ اس ہاؤس سے یہ دو ممبران وہاں گئے اور سات سینٹ فی کلوواٹ کی deal کر کے آئے ہیں۔ پاکستان کے لیے، بلوچستان کے لیے ان کی services commendable ہیں۔ اس کو recognize کیا جائے کہ یہ جا کر، ہمت کر کے، negotiate کر کے سات سینٹ فی میگاواٹ بجلی لے آئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ پاکستان میں جو بجلی بن رہی ہے وہ چودہ سے بیس سینٹ پر بن رہی ہے۔ ایران ہمیں بجلی دینے کے لیے تیار ہے، 35 mega watt تو یہ لے آئے ہیں۔ ستر کی negotiation جاری ہے اور اس کے علاوہ جتنی ہمیں چاہیے ایران دینے کے لیے تیار ہے۔ اگر ہم تھوڑی سی ہمت کریں اور Western world ہم پر جو pressure ڈالتا ہے اس کو ہم in the national interest set aside کریں۔ In the interest of people of Pakistan. In the interest of Roshan Pakistan کے لیے تو ہم اتنی سستی بجلی پاکستان میں لا سکتے ہیں اور کوئی زیادہ خرچہ بھی نہیں ہے۔ صرف ہم نے transmission lay کرنی ہے۔ سب سے پہلے تو میں ان کو مبارکباد دیتا ہوں اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ ان کی services کو recognize کیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس ہاؤس کے لیے اور ان کے ممبران کے لیے بھی یہ فخر کی بات ہے۔

میں بات ختم کرنے سے پہلے پھر ایک اور اندھیر نگری کی طرف جو کہ کراچی میں جاری ہے حکومت والے یہ کیوں فیصلہ نہیں کر رہے KESC یونین کا اور arrogant administration کا۔ کراچی کے ایسے علاقے بھی ہیں جہاں پر اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے بجلی نہیں ہے۔ بجلی موجود ہے جیسے انہوں نے دکھا دیا۔ ہمارے on the ground resources سے پانچ ہزار میگاواٹ inefficiency بے

رحمی کی وجہ سے کم بجلی پیدا کی جا رہی ہے۔ اس پر کوئی توجہ نہیں دی جا رہی، جتنی بجلی پہلے generate ہوتی تھی اتنی تو ہو سکتی ہے اگر صرف اچھی administration ہو، اگر political will ہو، اگر ہماری دکھی عوام کا کسی کو تھوڑا سا بھی خیال ہو۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اگر تھوڑی سی اجازت دیں تو میں legislation business کر لوں۔ امید کرتے ہیں کوئی اور وزیر بھی آجائے جو خاص طور پر واپڈا کا جواب دے، یہ مسئلہ جنہوں نے break through کیا ہے۔ آپ کی طرف سے تو appreciation آ گئی ہے، اصولاً یہ ہوتا ہے کہ جس کی عزت کی جائے، جس کی تعریف کی جائے ہماری سوسائٹی میں وہ خاموشی سے سنتا ہے۔ ڈاکٹر اسمٰعیل بلیدی صاحب تھوڑی دیر خاموش رہیں اور امید کرتا ہوں کہ نوید قمر صاحب آجائیں گے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! یہ لمبی داستان ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: داستان نہ بیان کریں، یہ حقیقت ہے۔ حقیقت بیان کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: یہ حقیقت ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: کیونکہ واپڈا خود داستان ہے، اس معاملے کو علیحدہ کر لیں، میں آپ کو علیحدہ وقت دینا چاہتا ہوں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: نہیں، نہیں آپ پہلے مجھے وقت دیں تاکہ جو حقیقت ہے میں بیان کر سکوں۔ مجھے پانچ منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: چلیں پانچ منٹ دے دیتے ہیں کیونکہ انہوں نے اچھا کام کیا ہے۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: پھر ہم تعریف نہیں کریں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں وہ اپنی بات خود کر رہے ہیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: یہ اپنی تعریف خود کرنا چاہتے ہیں۔ ہم تعریف نہیں کریں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ہاؤس ذرا سنے کہ آپ کے دو سینیٹرز نے وہ achieve کیا ہے جو واپڈا نہیں کر سکا۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب والا! ابھی جو مشہدی صاحب نے بات کی ہم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ کریڈٹ آپ کو اور جناب چیئرمین صاحب کو بھی جاتا ہے۔ تمام ممبران سینیٹ کو بھی جاتا ہے صرف ہمیں نہیں جاتا کیونکہ ہم نے آپ کے کہنے پر کیا، آپ نے تعاون کیا، ہم گئے لیکن ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم سرکاری خرچہ پر نہیں گئے۔ ہم اپنے خرچے پر گئے، لشکری صاحب نے اپنا خرچہ کیا۔ واپڈا کا delegation سرکار کے خرچے پر گیا۔ جناب والا! جب ہم وہاں پر گئے تو وہاں پر ڈپٹی وزیر واپڈا سے ہماری ملاقات ہوئی، ہم نے اس سے کہا کہ یہ تین سال سے التوا میں ہے، مکران کو پہلے ایران بارڈر سے، گوادر، تربت، پنجگور کو 35 mega watt بجلی دیتے تھے اب وہاں کی ضرورت 50 mega watt تھی۔ 35 mega watt additional کے لیے تین سال سے منسٹری کے delegations جاتے رہے۔ وہاں کا سفارتی مشن بھی involve ہوا لیکن وہ ریٹ تیرہ سینٹ مانگ رہے تھے اور یہ کہتے تھے کہ سات پر دے دیں۔ تین سال تک وہ یہ مسئلہ حل نہیں کر سکے۔ ہم اس لیے چلے گئے، ہمیں پتا تھا کہ جا کر اسی طرح واپس آئیں گے۔ جب وہاں پر گئے، لشکری رئیسانی صاحب کا میں انتہائی مشکور ہوں کہ Water and Power کمیٹی کے چیئرمین ہیں انہوں نے ہماری درخواست پر غور کیا مکران کی عوام کے لیے خیر سگالی کے طور پر، وہ ہمارے ساتھ تیار ہوئے، ان کا بھی مسئلہ ہے، ان کی بھی وہاں پر رشتہ داری ہے تو ہم چلے گئے، پہلے رئیسانی صاحب نے اور بعد میں، میں نے بات کی، ہم نے وزیر سے کہا کہ ہم جرگہ لے کر آئے ہیں، خالی ہاتھ نہیں جائیں گے۔ ہم بلوچ ہیں، بلوچستان اور ایران میں بارڈر کا ایک رشتہ بھی ہے لہذا اس مرتبہ ہم آئے ہیں، آپ ہمارے ساتھ agreement کریں تاکہ ہم یہ خوشخبری جا کر سنائیں۔ انہوں نے کہا کہ جی یہ ریٹ نہیں ہوگا، ہم نے کہا کہ ہم دو عوامی سینیٹر آپ کے پاس آئے ہیں تو آپ ہمارا خیال کرتے ہوئے، لحاظ کرتے ہوئے ریٹ کم کر کے سات پر ہمیں دیں۔ پھر انہوں نے میٹنگ میں ایک گھنٹے کا وقفہ کیا، انہوں نے الگ میٹنگ کی، ہم نے الگ میٹنگ کی آخر میں انہوں نے کہا کہ ہم نے تین سال سے یہ نہیں مانا لیکن آپ کی خاطر ہم سات پر راضی ہیں اور agreement sign ہوا۔ یہ مکران کے عوام کے لیے بڑی خوشخبری ہے۔ انہوں نے کہا کہ دس دنوں میں transformer لگا دیں گے اور اگلے دس سال تک مکران کو لوڈشیڈنگ کا کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ مجھے اس میں اس لیے خوشی ہے کہ میں تین سال سے

اس پر واک آؤٹ بھی کر رہا تھا اور آپ سب لوگ مجھے داد دیتے رہے لیکن آج یہ فائنل کر کے اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور ہم ایرانی حکومت کے بھی مشکور ہیں۔

اس کے علاوہ 100 mega watt کا ایک اور agreement ضلع گوادر کے لیے تھا جو کوسٹل علاقے کے لیے اسی ریٹ پر sign ہوا وہ چھ مہینے کے بعد کام شروع کریں گے۔ جب یہ کام شروع کریں گے تو تربت اور پنجگور کو مزید 70 mega watt ملے گی۔ اس کے علاوہ 1000 mega watt کا جو بلوچستان، تافتان کے راستے سے آتا ہے اس کا بھی agreement اسی rate پر ہوا۔ اس پر وہ ایک سال میں کام شروع کریں گے تا کہ پورے بلوچستان، پشتو علاقہ، قلات، خضدار اور جتنے بھی علاقے ہیں وہاں بھی کام کریں گے اور یہ ضرورت پوری ہو جائے گی۔ جناب چیئرمین! میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ وہاں پاکستان کے سفیر نے ہمارے ساتھ کوئی تعاون نہیں کیا، وہ نہ ہمارے پاس آئے، نہ agreement کے موقعہ پر موجود تھے، کمرشل اتاشی بھی موجود نہیں تھا۔ اس پر ہم privilege motion بھی لارہے ہیں کہ ہم بلوچستان کے دو سینیٹرز گئے تھے انہوں نے بالکل ہمارا حال احوال نہیں پوچھا۔ جب میں نے آخری دن رابطہ کیا تو اس نے کہا کہ زرداری صاحب آرہے ہیں ہم اس کے انتظامات میں مصروف ہیں۔ جناب والا! ہم بھی بلوچستان کے دو سینیٹر تھے لیکن شاید ان کو یہ بتایا گیا ہے کہ بلوچستان سے جو بھی آئے ان کو کوئی سلام کرے، نہ کوئی پوچھے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ جیسے مشہدی صاحب نے کہا کہ یہ energy crises ہے اگر ہمارے سرکاری لوگ involve ہوں، سینیٹرز اور ایم این ایز بھی ساتھ جائیں، وہاں پر اچھے طریقے سے dialogue کریں تو ایران والے کہہ رہے تھے کہ پورے پاکستان کی بجلی کی کمی کو پورا کرنے کے لیے ہم حاضر ہیں۔ جناب والا! سب سے پہلے میں آپ کا مشکور ہوں، نوید قمر صاحب نے یہ delegation arrange کیا، تمام ممبران سینیٹ کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ تین سال سے جو معاہدہ التوا کا شکار تھا یہ سینیٹ کو کریڈٹ جاتا ہے کہ سینیٹ سے دو ممبران گئے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ کریڈٹ سینیٹ کو جاتا ہے، تمام اراکین قابل مبارکباد ہیں۔ ہم سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اس کے بعد آپ رئیسانی صاحب کو موقع دیں اور اس کے بعد جو بھی ممبر بات کرنا چاہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی حاجی لشکری صاحب۔

سینیٹر سعیدہ اقبال: جناب چیئرمین! اگر Chair پر ایسے کیچڑ اچھالے جائیں گے۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: Next اسی پر آرہے ہیں۔ صبر تو کریں، میں ڈار صاحب سے پوچھوں گا۔

سینیٹر سعیدہ اقبال: ڈار صاحب کی بات ہم ضرور سنیں گے، ہم ان کی عزت کرتے ہیں۔ میں آپ کو ایک بات اور کہوں کہ اگر آپ اس مقالے کو پڑھیں تو I am sorry to say.

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں نے کل تین دفعہ پڑھا ہے۔

سینیٹر سعیدہ اقبال: مجھے کہنے دیں، دو سال میں آج پہلی مرتبہ جملہ معترضہ اس ہاؤس میں کہہ رہی ہوں کہ جو میرے محترم ڈار صاحب نے کہا وہ ان کا حق تھا۔ انہوں نے یہاں پر انتہائی مہذب انداز سے کہا۔ مگر اسی چیز کو اٹھا کر بی بی کو فراہم کیا گیا اور انہوں نے اس کو لکھا ہے اور پھر اس پر ہمارے چیئرمین پر دفعات لگائی ہیں۔ اب ضیاء الحق اور مشرف کی بجائے اگر فاروق نائیک جیسے آدمی کو، جس سے مجھے بھی شکوہ ہے، ہر پیپلز پارٹی والے کو شکوہ ہے کہ وہ سینیٹ کے ہر ممبر کو برابر وقت دیتے ہیں۔ وہ انتہائی impartial ہیں اور اس حد تک کہ خود ذاتی طور پر میں بھی ان سے شاکی ہوں۔ ان کی impartiality, ان کی patience, وہ جس برداشت کے ساتھ اس معاملے کو دیکھ رہے تھے اور سب تمام کام کو چھوڑ کر انتہائی تحمل سے ان کی تقریر کو سن رہے تھے تاکہ یہ مسئلہ حل ہوجائے۔ یہ سب ہمارے بھائی اور ساتھی ہیں اس کے باوجود یہ درمیان میں سوچی سمجھی سکیم کے تحت، اس دن جب یہاں پر final debate ہو رہی تھی اور محترم ڈار صاحب اپنے points دے رہے ہیں اور یہ ان کا پورا حق ہے۔ چیئرمین کی رولنگ آنے دیتے، اس کے بعد یہاں سے ڈار صاحب، مشاہداللہ صاحب کوئی آدمی بات کہتا ہے۔ یہ اس ہاؤس کا مسئلہ ہے، اس کو جب اسمبلی میں لے جایا گیا، اسمبلی میں بھی نہیں لایا گیا، پریس میں لایا گیا۔ اس پبلشر کو دیا گیا جس کا خاص طور پر کسی طرف رجحان ہے اور خاص لوگوں سے وہ ناخوش ہیں۔ اس پبلشر نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس کو چھاپا اور اس کی پوری دنیا میں تشہیر ہو گئی۔ یہ میرے آپ کے اور سب کے لیے شرمناک بات ہے۔ جو شخص یہاں پر بیٹھا ہوا ہے، جس نے فاروق نائیک کو ووٹ دیا ہے، جو کل کسی اور کو ووٹ کرے گا، کل تم لوگوں کو ووٹ کرے گا یہ اس کرسی کا مسئلہ ہے جس پر آپ بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ ایک شخص کا مسئلہ نہیں ہے ایک پارٹی کا مسئلہ نہیں ہے۔ اس پر جب تک آپ رولنگ نہیں دیں گے ہم کوئی اور بزنس چلنے نہیں دیں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میڈم جو ہمارے سینیٹر گئے تھے وہ خیر کا کام کر آئے ہیں، وہ تو سن لیں۔ حاجی لشکری صاحب اچھا کام کر کے آئے ہیں، سینیٹر ان کو appreciate کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے تھوڑی سی اطلاع ہے کہ جس دن یہ واپس آ رہے تھے کمرشل سیکرٹری ان کے پاس آیا تھا۔ حاجی لشکری صاحب کے بقول جب میں نے ان سے حال احوال لیا بلوچی طریقے سے تو کمرشل سیکرٹری نے کہا کہ جی مجھے loose motion ہو گئے تھے، اس لیے میں آج آخری دن آیا ہوں۔ میں نے کہا ہم loose motion کے خلاف move motion کر دیتے ہیں۔ آپ فارن سروس والے سیدھے نہیں ہوتے، ڈالروں میں تنخواہ لیتے ہیں، پاکستانی روپے کو بھول جاتے ہیں۔ جی لشکری صاحب۔

سینیٹر نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی: جناب والا! بلوچستان کے بارے میں لگ رہا ہے کہ ہم عدم دلچسپی کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہ بھی اس ملک کا حصہ ہے، انہیں خوش ہونا چاہیے تھا۔ میں تین چار چیزیں ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مکران، مند اور جیکی ایران کی سائیڈ پر جو transmission line ہے وہ 35 mega watt کی تھی اب کچھ عرصے سے ڈیمانڈ میں اضافہ ہوا ہے تو لوڈشیڈنگ مختلف علاقوں میں آٹھ آٹھ، دس دس گھنٹے ہو رہی ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ ہم نے اس میں 35 mega watt کا اضافی agreement کیا ہے اور انشاء اللہ دس پندرہ دن میں وہ 35 mega watt اس transmission line میں شامل ہو جائیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم پر ایران کے پرانے outstanding dues تھے جو پچھلے اڑھائی سال سے طے نہیں ہو رہے تھے۔ ہم نے 6.25 cent پر ان کے ساتھ طے کیے۔ بعد میں جب ہم وزیر صاحب سے ملے تو انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے مہمان ہیں اور .25 ہم as a guest چھوڑتے ہیں۔ تیسرا گوادر، ساحلی پٹی کے لیے اوڑمارا تک 100 mega watt کا agreement ہوا ہے جس پر اگلے چھ مہینے میں کام شروع ہو گا اور اس علاقے میں لوڈشیڈنگ کا مسئلہ ختم ہو جائے اور مختلف علاقوں کو کمرشل اور زرعی بنیادوں پر بجلی ملے گی۔

اس کے بعد کوئٹہ اور کوئٹہ کے شمال میں جو پشتون علاقے ہیں یہاں پر ایک بہت بڑا مسئلہ لوڈشیڈنگ کا ہے، بجلی نہیں ہے۔ اگر بجلی کبھی آتی ہے تو کم آتی ہے اور لوگوں کا نقصان ہوتا ہے۔ 1000 mega watt کا extra agreement کیا اور اگر ہماری بجلی و پانی کی منسٹری ایرانی حکومت کے ساتھ بات کرے، اس کو ہم ایک سے ڈیڑھ سال میں مکمل کر کے باقی علاقوں کو بھی بجلی پہنچا سکیں گے۔ ہم آدھے ریٹ پر معاملہ طے کر کے آئے ہیں۔ ایران کی حکومت کی طرف سے دوستی کا ہاتھ

بڑھاتے ہوئے انہوں نے ہمیں کہا کہ ہم آپ کو سستی بجلی دیں گے۔ مزید بجلی دینے کے لیے بھی وہ تیار ہیں۔ وہ افغانستان، آذربائیجان، ترکی اور عراق کو بھی بجلی دے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کا جو energy crisis ہے ہم اس میں مدد کرنا چاہتے ہیں۔ میری بجلی و پانی کی وزارت سے درخواست ہے کہ اگر وہ ان سے بات کریں تو یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ میں اور بلیدی صاحب اپنے خرچے پر گئے۔ ہم نے برادرانہ طریقے سے ان کے ساتھ بات چیت کی، ہم نے جرگہ کیا اور انہوں نے ہماری بات مان لی۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ائرپورٹ پر ہماری ایمبیسی کا ایک شخص آیا، میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ وہ باہر کھڑا تھا، اس کے پاس گاڑی وغیرہ تو نہیں تھی، اس نے کہا کہ مجھے ملازم سمجھیں۔ اب پتا نہیں ملازم سمجھیں سے کیا مراد ہے، کیا sweeper کو بھیجا تھا، کسی کلرک کو بھیجا تھا مجھے سمجھ نہیں آئی۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ اس نے کہا کہ مجھے ملازم سمجھیں۔ بہرحال ہم انتظار میں رہے، وہ شاید ڈرائیور تھا۔ اس کے بعد بلیدی صاحب مسلسل دو تین گھنٹے ایمبیسی کے نمبروں پر مختلف لوگوں کے ساتھ بات چیت کرتے رہے لیکن ہمیں کوئی ذمہ دار شخص نہیں ملا کہ وہ ہمارے ساتھ آئے، ہمیں assist کرے، ہمارے ساتھ تعاون کرے، رہنمائی کرے کہ کون سا کام کس طریقے سے کرنا ہے۔ وہاں کوئی بھی نہیں آیا اور بعد میں Mr. loose motion تشریف لائے اور آخری دن انہوں نے ہمیں ائرپورٹ پہنچایا۔ ہم اس ایمبیسڈر کے خلاف privilege motion لا رہے ہیں کیونکہ ہم ایک قومی مسئلے کے لیے گئے تھے اور اگر بلوچستان بھی پاکستان کا حصہ ہے، ان کو ہمیں assist کرنا چاہیے تھا۔

میں آخر میں جناب زاہد کھوکھر "آواز" ٹیلی ویژن کے anchor کے حوالے سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ پچھلی مرتبہ چیئرمین صاحب نے ایک رولنگ دی تھی کہ آئی جی سندھ زاہد کھوکھر کو سکیورٹی دیں یا ان کے جو مسائل ہیں ان کو حل کریں مگر آج تک زاہد کھوکھر under threat ہے۔ ان کو دھمکیاں مل رہی ہیں اور بار بار تھانے میں بلایا جاتا ہے۔ اس سے ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ سپریم کورٹ نے ان کو کہا کہ ان کو سکیورٹی فراہم کی جائے لیکن اس پر عمل نہیں ہوا۔ چیئرمین سینیٹ نے بھی آئی جی سندھ کو کہا اس پر بھی عمل نہیں ہوا۔ پہلے میں نے عرض کیا تھا کہ ایک سب کمیٹی بنائی جائے، یہ دو تین بڑے issues جو ملک کی بدنامی کا باعث بنے ہیں اس کو سب کمیٹی دیکھے اور یہ بھی دیکھے کہ چیئرمین کی رولنگ پر کتنا عمل ہو رہا ہے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ بخاری صاحب کو کہیں کہ وہ آئی جی کو کہیں کہ زاہد کھوکھر اور ان کے کیمرہ مین کو چیئرمین کی رولنگ کے مطابق تحفظ دیا جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ میں پہلے تو چیئرمین صاحب کے سلسلے میں ڈار صاحب جو وضاحت کرنا چاہتے تھے وہ میں پوچھ کر بتاؤں گا۔ Are you ready Dar *sahib*.

Senator Mohammad Ishaq Dar: You decide sir.

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب والا! گزارش ہے کہ Orders of the Day آپ کے سامنے ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اس میں تھوڑا سا کام ہے، زیادہ کام نہیں ہے۔ اگر ممبر اجازت دیں تو تھوڑا سا سرکاری بزنس لے لیں۔ آپ کے حکومتی بنچوں سے میڈم ہی نہیں مان رہیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: بزنس ہونے دیں، اس کے بعد اس پر بات ہو جائے گی۔ This is the Government business. جناب! legislative business لے لیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: پانچ منٹ، وہ جواب دے لیں کیونکہ چیئرمین صاحب نے ان کو وقت دیا تھا۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: اس پر جو جواب آئے گا then there will be further discussion. This is a controversial thing.

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: معزز لیڈر آف دی ہاؤس ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ اگر آپ legislative business کو dispose کر لیں گے تو آسانی ہو جائے گی۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس کے بعد ہم بات کر لیتے ہیں، پانچ منٹ آگے پیچھے ہونے سے کیا ہو گا۔

Mr. Deputy Chairman: We may now take up item No. 2. Moula Baksh Chandio.

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: نہیں اس پر question put کرنا ہو گا۔ یہ Rule 33(2) ہے۔ آپ اسے دیکھ لیجیے۔ اس کے مطابق ہو جائے۔ میں اس کو oppose نہیں کر رہا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کون سا پڑھ رہے ہیں؟

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: اس کا آخری جملہ ہے کہ "The Chairman shall forthwith put the question" آپ question put کریں۔ ہاؤس سے رائے لینے کے بعد آپ legislative business پر جائیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: Leader of the House move کرلیں۔ بخاری صاحب! Rule 33(2) کے مطابق آپ move کرلیں۔ جی رحیم مندوخیل صاحب۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: معمولی کام ہے۔ دس منٹ میں ختم ہو جائے گا۔ بلوچستان کی بات کر دی۔ وہ واپڈا کا نیکی کا کام کر کے آئے ہیں۔ رحیم مندوخیل صاحب کا mike on کریں۔ میڈم! ابھی کرتے ہیں۔ دس منٹ کا سرکاری بزنس ہے، وہ ختم کر لیں، پھر آگے بڑھتے ہیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: میں جناب لشکری صاحب اور بلیدی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ گئے اور انہوں نے اتنی تکلیف اٹھائی اور جو حل طلب اہم مسائل تھے، وہ خواہ coastal area کے حوالے سے تھے، خواہ صوبے کے اور علاقوں کے بارے میں تھے، ان کا فیصلہ کروایا اور یہاں اس کی رپورٹ آئی۔ ایک بات ریکارڈ کی درستگی یا توجہ دلانے کے لیے، میں ایوان میں عرض کر رہا ہوں کہ جیسا کہ نوابزادہ لشکری صاحب نے وہاں ذکر کیا۔ کان کی سائیٹ پر ایک ہزار میگاواٹ کی لائن کے بارے میں بھی انہوں نے کہا کہ اس کا فیصلہ ہوا ہے۔ اس میں ایک بات میں آپ کی خدمت میں عرض کروں کہ ہمارے صوبے کی زمین بڑی لمبی چوڑی ہے۔ آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ آپ کہتے ہیں کہ خضدار کے بعد ژوب ہے لیکن وہ سینکڑوں میل پر مشتمل ہے۔ تفتان، ایران سے کوئٹہ تک پہنچتے پہنچتے سینکڑوں بلکہ ہزاروں کلومیٹر اس کی مسافت بنتی ہے۔ اس علاقے کے بارے میں ہماری درخواست یہ ہے۔ ہم نے مجموعی طور پر ایک اہم پہلو کی نشاندہی کی اور بجٹ پر اپنی recommendations میں ہم نے اسے پیش کیا۔ یہ کہ ڈیرہ اسماعیل خان سے ژوب، ژوب سے کوئٹہ کے علاقے کو لائن دی جائے تاکہ وہ کمی پوری ہو سکے۔ آج کل حالات یہ ہیں کہ مثلاً ڈیرہ مراد جمالی میں کسی نے ٹاور گرا دیا ہے تو اس سے سینکڑوں میل کا علاقہ متاثر ہو گیا ہے۔ اس حوالے سے یہ چیز نظر میں رکھیں۔ پارلیمنٹ کے اراکین سے میں درخواست کرتا ہوں، جو کچھ ہوا ہے، اچھا ہوا ہے۔ اسے ہم سراہتے ہیں لیکن تفتان سے کوئٹہ تک لائن، ہمارے صوبہ بلوچستان کے پشتون علاقے کے مسئلے کا حل نہیں ہے اور وہ بھی سالوں میں ہو گی۔

جب وہ construct کی جائے گی، اس میں سالہاسال لگ جائیں گے۔ بجٹ کے دوران وزیر اعظم صاحب نے اس علاقے کو نظر انداز کیا، اس کی بجلی کے مسئلے کو نظر انداز کیا اور پھر اب آنے والا ایک سال اسی میں گزرے گا۔ ہمارے لیے نہ کوئی بجلی ہے، نہ کچھ اور۔ بہر صورت میں نے آپ کی توجہ کے لیے عرض کیا۔ آپ کی بڑی مہربانی۔

Mr. Deputy Chairman: I am personally following it up. Yes, Leader of the House move please.

Legislative Business

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: I move that the discussion on the President's Address may be postponed to consider the Government Bill at item 2 of the agenda.

Mr. Deputy Chairman: I put the question as moved by the Leader of the House.

(The motion was carried)

Mr. Deputy Chairman: The motion is carried. Moula Baksh Chandio please move Item No.2.

Senator Moula Baksh Chandio (Minister for Law, Justice and Parliamentary Affairs): Sir, I beg to move that the Bill to provide for the recognition and enforcement of arbitration agreements and foreign arbitral awards [The Recognition and Enforcement (Arbitration Agreements and foreign Arbitral Awards) Bill, 2010], as passed by the National Assembly, be taken into consideration.

Mr. Deputy Chairman: I put the question as moved by the Minister for Law, Justice and Parliamentary Affairs.

(The motion was carried)

Mr. Deputy Chairman: The motion is adopted. Now we take the Bill clause by clause. There is no amendment in Clauses

2 to 10, therefore, I put these Clauses together as one question. The question before the House is that Clauses 2 to 10 do form part of the Bill.

(The motion was carried)

Mr. Deputy Chairman: So, Clauses 2 to 10 stand part of the Bill. Now I put Schedule to the vote of the House. The question before the House is that Schedule do form part of the Bill.

(The motion was carried)

Mr. Deputy Chairman: So, Schedule stands part of the Bill. Now we take up Clause 1 the Preamble and the Title of the Bill. Now the question before the House is that Clause 1, the Preamble and the Title do form part of the Bill.

(The motion was carried)

Mr. Deputy Chairman: So, Clause 1, the Preamble and the Title of the Bill stand part of the Bill. Now Moula Bakhsh Chandio *Sahib* please move Item No.3.

Senator Moula Baksh Chandio: Sir, I beg to move that the Bill to provide for the recognition and enforcement of arbitration agreements and foreign arbitral awards [The Recognition and Enforcement (Arbitration Agreements and Foreign Arbitral Awards) Bill, 2010] be passed.

Mr. Deputy Chairman: I put the question as moved by the Minister for Law, Justice and Parliamentary Affairs.

(The motion was carried)

Mr. Deputy Chairman: The motion is adopted and the Bill stands passed. Now we may resume discussion on the President's Address.

میں نام پڑھ لوں let's get over with it وہ ختم ہو جائے پھر ہمارے پاس اس کا وقت ہے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: کل پر لے جائیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: کل نہیں ہو سکے گا۔ حاجی صاحب! کل جمعہ ہے۔ جمعے کو آپ پشاور، مولانا صاحب گاؤں جانا چاہیں گے۔ پھر کیا کریں گے؟ میں اس کے بعد points of order پر آرہا ہوں۔ میں نام پڑھتا جاتا ہوں جن کے نام discussion کی لسٹ میں تھے، ابھی پرانے نام رہتے ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: صدر صاحب کی کس تقریر پر یہ تبصرہ ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: وہ تقریر، جو انہوں نے ایوان میں آکر کی تھی، ہم اسی تقریر کو discuss کریں گے۔ سلیم سیف اللہ صاحب! پہلے میں نام لے لوں۔

Our former Senator Fasieh Iqbal *sahib* is sitting in gallery. He may be appreciated. He is very active and vibrant Senator. He has come to thank the Senate for moving the Bill.

سینیٹ نے former Parliamentarians کی respect اور dignity کے لیے جو کیا ہے

(Desk Thumping)

جناب ڈپٹی چیئرمین: وہ اس کی appreciation میں آکر بیٹھے ہیں کہ it is a good talk اور یہ ایسی چیزوں کو at all forums pursue کرتے رہے ہیں۔ حاجی عدیل صاحب، آپ بولنا چاہتے ہیں؟ نہیں۔ سلیم سیف اللہ صاحب، آپ بولنا چاہتے ہیں، نہیں۔ Jamal Khan Laghari is not here. اسحاق ڈار صاحب، آپ بولنا چاہیں گے؟

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب چیئرمین! لوگ مجھے چار گھنٹے سن کر تھک گئے ہوں گے اور میرا گلا بھی ذرا خراب ہے۔ I am ready to speak لیکن بہتر ہے کہ جیسا House Business Committee میں فیصلہ ہوا تھا کہ آپ اس کو جمعہ کو wind up کریں گے، میں اس پر کل بولوں گا لیکن اگر آپ کے پاس کوئی سپیکر نہیں ہے تو پھر میں حاضر ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں ذرا نام لے لوں۔ حاصل خان بزنجو صاحب، you are there but on a wrong seat. میرا خیال ہے آپ تقریر کرنے کے موڈ میں نہیں ہیں۔ آپ کوئٹہ جا رہے ہیں، ٹھنڈے علاقے میں جائیں، ''چیری'' وغیرہ کھائیں اور خوش رہیں۔ ڈاکٹر محمد

اسمٰعیل بلیدی صاحب، آپ Presidential address پر تقریر کرنا چاہتے ہیں؟ Please take the floor. آپ ہی ہیں، عباس خان صاحب بھی نہیں ہیں، آپ کے پاس دس منٹ ہیں۔ ان کے بعد عباس خان صاحب رہ جائیں گے he is not here اور ڈار صاحب آپ کل کریں گے۔

سینیٹر ہارون خان: جناب! یہ کون سا Presidential address ہے، کل رات والا یا پہلا؟

جناب ڈپٹی چیئرمین: وہ ہمارے purview میں نہیں آتا۔ No, that does not fall in our purview or Raiwind. Our purview falls in the floor of the House.

اسمٰعیل بلیدی صاحب، آپ کے پاس دس منٹ ہیں۔

Further Discussion on Presidential Address

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع فراہم کیا۔ ہمارے سابق ایم این اے ، شکیل بلوچ صاحب بھی گیلری میں بیٹھے ہوئے ہیں، ہم ان کو بھی خوش آمدید کہتے ہیں۔ جناب چیئرمین! یہ جو بجٹ ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: بجٹ نہیں .Presidential address بجٹ تو ابھی تازہ تازہ pass ہوا ہے۔ جب صدر صاحب ایوان میں آئے تھے اور تقریر کی تھی۔ بجٹ کی بات تو ختم ہو گئی ہے، بجٹ تو pass بھی ہو گیا ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: وہ تو چار مہینے پہلے۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: وہ چار مہینے تو ابھی چل رہے ہیں۔ اسلامی کیلنڈر میں چار مہینے بہت سی چیزیں رہتی ہیں، زیست و موت اور سب کچھ چلتا رہتا ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: مہربانی۔ صدارتی خطاب ایک routine کی بات ہے کہ ہر سال صدر پاکستان joint session میں خطاب فرماتے ہیں۔ انہوں نے جو خطاب فرمایا، اس میں ملک کی آئندہ پالیسی کے سلسلے میں کوئی خاص بات نہیں کی۔ صدر پاکستان کو چاہیے تھا کہ وہ ملک چلانے کے لیے ایک پالیسی دیتے اور اس کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ ایک بہتر رہبری کرتے لیکن انہوں نے وہی بینظیر سپورٹ پروگرام، اٹھارھویں ترمیم کی بات کی۔ کچھ ایسی باتیں ضرور تھیں جو اس حکومت

کا credit ہیں۔ سب سے زیادہ اٹھارھویں ترمیم ہے اور اس پر سب agree ہیں کہ انہوں نے یہ کیا اور آئین میں جو کمی تھی، اس کو بہتر بنایا۔ انہوں نے اس سلسلے میں فرمایا کہ یہ اس حکومت کا credit ہے کہ انہوں نے ملک کو بہتر بنانے اور بہتر پالیسی بنانے کے لیے اقدامات کیے۔ یہاں پر جو بھی حکومت آتی ہے، صرف اپنی حکومت چلانے کے لیے پالیسیاں مرتب کرتی ہے اور جب وہ حکومت ختم ہو جاتی ہے تو وہ پالیسیاں بھی ختم کر دی جاتی ہے یعنی یہاں پر کوئی long term policy نہیں ہے کہ اگلی حکومت وہ policies continue رکھے۔ یہ بدقسمتی ہے کہ یہاں پر جو بھی پالیسی مرتب ہوتی وہ صرف اس حکومت کے لیے ہوتی ہے مثلاً بینظیر سپورٹ پروگرام ہے، اگر نواز شریف کی حکومت آئی تو وہ اس کو ختم کر دیں گے کیونکہ بینظیر کا نام ہے۔ پیپلز پروگرام بھی ایک حکومت نے شروع کیا تھا اور دوسری نے آ کر اس کو کوئی اور نام دے دیا اور اس کو بھی ختم کر دیا گیا۔

صدر پاکستان کے خطاب سے ہمیں توقعات تھیں کہ وہ ہمیں خاص signal دیں گے یا indicate کریں گے کہ یہ، یہ بہتری کرنی چاہیے۔ اس ملک میں سب سے بڑا مسئلہ law and order اور دہشت گردی کا ہے۔ وزیرستان، سوات میں جو مسائل ہیں، اسلام آباد کا جو علاقے red zone میں ہے، وہاں پر نہ وزیراعظم اور نہ ہی صدر پاکستان کو تحفظ حاصل ہے۔ یہاں پر کوئی guarantee نہیں ہے کہ کس وقت Parliament Lodges and Parliament House پر حملہ ہو جائے۔ موجودہ حالات میں صدر پاکستان کو سب سے زیادہ اس پر توجہ دلانی چاہیے تھی اور اس کا notice لینا چاہیے تھا کہ موجودہ حکومت امن و امان قائم کرنے میں ناکام ہو چکی ہے لیکن انہوں نے کوئی توجہ نہیں دی۔ امن و امان کے حوالے سے بلوچستان میں کسی کی جان و مال کا تحفظ نہیں ہے۔ جناب! ذرا House in order کریں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ڈاکٹر صاحب disturb ہو رہے ہیں، وہ کہہ رہے ہیں کہ میں اتنی serious تقریر کر رہا ہوں، مجھے disturb نہ کیا جائے۔ خود جب Treasury Benches پر تھے تو کرتے رہتے تھے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: امن و امان کی موجودہ صورتحال ایسی ہے کہ گورنر اور وزیر اعلیٰ بلوچستان پر حملے ہوئے۔ مکران سے ہر دوسرے، تیسرے دن دس، دس مسخ شدہ لاشیں ملتی ہیں۔ وہاں اغوا کرتے ہیں اور قتل کر کے جنگل میں پھینک دیتے ہیں۔ بلوچستان کے یہ حالات ہیں اور

رحمٰن ملک صاحب وہاں جا کر کہتے ہیں کہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ جو لوگ پہاڑوں پر تھے، وہ واپس آ گئے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ ملک کا اتنا اہم منصب، ایسے شخص کو دینا جب کہ اس کو بات کرنے کا طریقہ بھی نہیں آتا اور اس کو نہ ہی یہ پتا ہے کہ law and order کو کس طرح ٹھیک کیا جا سکتا ہے۔ یہ المیہ ہے، ایسے بندے کو وزیر داخلہ بنانا ملک کے ساتھ ظلم ہے۔ جب تک ملک میں امن و امان ٹھیک نہیں ہو گا، باہر کے لوگ سرمایہ کاری کے لیے نہیں آئیں گے۔ پاکستان کا image ایسا ہے کہ آپ جہاں بھی جائیں یہ سوال ہوتا ہے کہ پاکستان میں دہشت گردی کیوں ہو رہی ہے۔

جناب چیئرمین! آپ کو پتا ہے کہ بلوچستان میں پسماندگی ہے۔ دس سال سے گوادر پورٹ تیار ہے لیکن operational نہیں ہے۔ موجودہ حکومت اس کا کوئی notice نہیں لیتی۔ وہاں پر چین نے جو مشینری نصب کی تھی، وہ گل، سڑ رہی ہے اور وہاں پر کوئی activity نہیں ہے، لوگ مایوس ہیں۔ بندرگاہ ہونے کے باوجود ابھی تک ریل کا کوئی پروگرام approve نہیں ہوا۔ اس کا تو PC1 approve نہیں ہوا۔ اگر آپ کسی foreigner کو یہ کہیں وہاں پر بندرگاہ ہے لیکن ریلوے لائن کے لیے پروگرام ہی approve نہیں ہوا تو وہ کہتے ہیں کہ یہ کیا ہے اور ریلوے لائن کے بغیر تو یہ چل ہی نہیں سکتی۔ اس کے علاوہ گوادر سے ہوشاب اور ہوشاب سے پنجگور، بیسیمار، رتو ڈیرو سڑک بارہ سال سے pending ہے، اس کے لیے ابھی تک پیسے release نہیں ہو رہے۔ وزیر اعظم صاحب نے بھی بار بار کہا ہے کہ اس سڑک کے لیے پیسے دیے جائیں لیکن اس پر عمل نہیں ہو رہا۔

وہاں پر بجلی کا بحران ہے۔ ہم ایران گئے، بڑی مشکل سے agreement کر کے آئے۔ مکران میں 55 ڈگری گرمی میں اٹھارہ، اٹھارہ گھنٹے لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے، یہ energy crisis پورے ملک میں ہے۔ حکومت اس میں بھی ناکام ہو چکی ہے۔ صدر پاکستان کو اس طرف توجہ دینی چاہیے تھی اور اس کا notice لینا چاہیے تھا کیونکہ حکومت کی کارکردگی درست نہیں ہے، اس کو بہتر بنانے کے لیے تجاویز دینی چاہیے تھیں لیکن انہوں نے یہ بھی نہیں کیا۔ انہوں نے جتنی بھی تعریفیں کیں، ان میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے یہ لگے کہ موجودہ حکومت کامیاب حکومت ہے۔

ایک اور بات پاکستان میں امریکہ کی مداخلت کے حوالے سے ہے۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ دہشت گردی کے خلاف یہ جنگ نہ پہلے ہماری تھی اور نہ اب ہماری ہے، یہ ہم پر مسلط کی گئی ہے۔ جناب چیئرمین! وزیرستان، سوات، چمن اور ژوب کی سرحد پر اس ملک کی حفاظت کے لیے وہاں کی پشتون قوم بندوق اٹھاتی تھی اور ہمیں وہاں فوج بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن امریکہ کی مداخلت کی

وجہ سے یہ ہوا۔ امریکہ یہاں آکر ڈرون حملے کرتا ہے اور کسی کو پتا ہی نہیں۔ ہمارے وزیر داخلہ کو پتا نہ ہو، ہماری ISI کو پتا نہ ہو، ہماری MI کو پتا نہ ہو، ہماری army کو پتا نہ ہو۔ جناب چیئرمین! یہ ملک کی سلامتی پر attack ہے، اگر آپ دیکھیں کہ unofficially پاکستان میں America کا قانون ہے، اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ ہمارا Joint Session ہوا تھا، اس میں متفقہ قرارداد pass ہوئی تھی کہ America drone حملے بند کرے، America نے کہا کہ تم کون ہوتے ہو؟ آپ dollar بھی لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ drone حملے بند کرو، آپ ہمارے اداروں سے agreement کرتے ہیں اور سیاست کر کے یہاں پر resolution pass کرتے ہیں، اگر آپ کا agreement نہ ہوتا تو بالکل یہ حملے نہ ہوتے۔ ہماری حکومت کہتی ہے کہ ہمیں بات کرنے دیں، ہمیں resolution pass کرنے دیں، ہم سیاست کریں گے، لوگوں کو بےوقوف بنائیں گے۔ اصل میں agreement ہو چکا ہے کہ drone حملے کرتے رہو، آپ کو اجازت ہے، ہمیں dollar دو۔ یہ منافقت کب تک چلے گی؟ جب دوبارہ Joint Session ہوا، ایک اور قرارداد pass ہوئی تو انہوں نے کہا، اگر انہوں نے drone حملے کیے تو ہم NATO کی supply بند کر دیں گے۔ جناب چیئرمین! اس پر کہاں عمل ہوا؟ کل اور پرسوں بھی drone حملے ہوئے ہیں۔ جب تک ملک کی خارجہ پالیسی مضبوط نہیں کریں گے اور اس پر نظر ثانی نہیں کریں گے، ہم America سے تعلقات ضرور چاہتے ہیں لیکن ہم America کو یہ اجازت کبھی نہیں دیں گے کہ وہ ہمارے ہر معاملے میں مداخلت کرے، وہ اپنی حد میں رہے۔ 17 کروڑ آزاد عوام ہے لیکن مجھے بد قسمتی سے کہنا پڑتا ہے کہ یہاں پر جو بھی حکمران آتا ہے، وہ America کی طرف دیکھتا ہے کہ میری کرسی کا تحفظ America کرے، میری کرسی کو America بچائے، اس کو 17 کروڑ عوام کے votes پر اعتماد نہیں ہے۔

مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہاں پر جب بھی فوجی حکومت آئی، مٹھائیاں تقسیم ہوئیں، یہ ہمارے سیاست دانوں کا کردار ہے کہ فوج کو welcome کرتے ہیں۔ خدارا! اگر ملک کو بچانا ہے اور ملک میں امن و امان قائم کرنا ہے تو America سے کہنا پڑے گا کہ آپ اپنی حد میں رہیں، ہم آپ سے تعلقات ضرور چاہتے ہیں، آپ ہمارے اتحادی ہیں، آپ Super Power ہیں لیکن ہم آپ کو اپنے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کی اجازت کبھی نہیں دیں گے، آپ drone حملے بند کریں۔

جناب! ہم استنبول گئے تھے، وہاں پر کوئی conference تھی وہاں ایرانی صدر نے تقریر کی اور اس نے صاف کہا کہ America کی وجہ سے پوری دنیا میں بدامنی ہے، اگر ایک چھوٹا سا ملک جو

کہ ایٹمی قوت بھی نہیں ہے اور وہ ابھی بن رہا ہے، اتنی جرات کا مظاہرہ کر رہا ہے تو ہم پہلے سے ایٹمی قوت ہیں۔ جناب! ہم نے جب atom bomb بنایا تو ہمارا ارادہ یہ تھا کہ یہ ہمارا تحفظ کرے گا لیکن اب ہم حیران ہیں کہ اس ایٹمی قوت کو کہاں پر چھپائیں اور اس کی کس طرح حفاظت کریں لیکن اب یہ الٹا ہو گیا ہے۔ اب America کہتا ہے کہ یہ غیر محفوظ ہاتھوں میں جا رہا ہے، یہ دہشت گردوں کے ہاتھوں میں جا رہا ہے، لہذا، میں اس کو ختم کر کے دم لوں گا، America کا یہ programme ہے۔ مہران بیس اور ایبٹ آباد کے واقعات ہوئے، اس ملک میں جن اداروں کو funding ہوتی ہے اور جو ادارے یہاں پر کام کرتے ہیں۔ کیا یہ سوئے ہوئے ہیں؟ ہمارے ادارے کہاں تھے جب ایبٹ آباد کا واقعہ ہوا، ان کی کیا کارکردگی ہے؟

جناب ڈپٹی چیئرمین: بلیدی صاحب! تقریر کو مختصر کریں، میں نے آپ کو 3 minutes زیادہ دے دیے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: مہران بیس پر 16 گھنٹے مقابلہ ہوا، یہ کیا ہے؟ اس کی inquiry کی جائے۔ جناب چیئرمین! یہاں پر جو بھی واقعات ہوتے ہیں، ان کی کوئی شفاف investigation نہیں ہوتی، یہاں پر کسی عام اور غریب آدمی کی جان و مال کا تحفظ نہیں ہے، یہ ملک اللہ کی ذات چلا رہی ہے، یہاں پر کوئی law and order نہیں ہے نہ اس کا control ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت کو اپنی ناکامی کو اخلاقی طور پر accept کرنا چاہیے۔ ہمیں اس ملک کو بہتر بنانے کے لیے سب سے پہلے اپنی خارجہ پالیسی تبدیل کرنی پڑے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں وزارت داخلہ کا ایک الگ system بنانا پڑے گا ور نہ اس ملک میں جو دہشت گردی کی لہر ہے، اس کو خوامخواہ ہمارے گلے میں fit کیا گیا ہے، ہم اس کے لیے قربانیاں دے رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں، اگر ہم America کو یہ کہیں کہ ہمیں آپ کے dollars نہیں چاہییں، ہم اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیں گے، ہم پاکستان کے وسائل پر اعتماد اور بھروسہ کریں گے۔ اللہ نے ہمیں ریکوڈک سے سونا بھی دیا ہے، تیل و گیس بھی دیا ہے، سمندر بھی دیا، agriculture بھی دیا ہے، چار موسم بھی دیے ہیں، ہم America کے dollar کو ٹھوکر ماریں اور اپنے وسائل پر اعتماد کریں تو میں دیکھتا ہوں کہ پاکستان کیسے ترقی نہیں کرے گا۔

جناب! یہاں پر غربت کا یہ عالم ہے کہ اگر کسی کے چار بچے ہیں اور اس کی تنخواہ 8, 10 ہزار روپے ہے تو سمجھ نہیں آتا کہ وہ کس طرح گزارا کرے گا؟ معمر شخص کے لیے کوئی گزارا allowance نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک میں کوئی پالیسی نہیں ہے، مہنگائی اور load shedding کا یہ عالم ہے کہ لوگ یہاں پر زندہ رہنے سے تنگ آ چکے ہیں، اگر کسی کے چار بچے ہیں، وہ ایک کو سمندر میں پھینکنے کے لیے تیار ہے، وہ خودکشی کرنے کے لیے تیار ہے، وہ کیا کرے---

جناب ڈپٹی چیئرمین: اللہ معاف کرے۔ اللہ کرے، وہ چار میں سے ایک کو سمندر میں پھینک دے ایک اور پیدا ہو جائے، خیال کرنا پڑتا ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: میں یہ کہتا ہوں کہ روزگار کا انتظام کیا جائے اور یہاں پر وسائل پیدا کیے جائیں تاکہ غریب کو زندگی گزارنے کا حق حاصل ہو۔ ہم نے کبھی کسی غریب کے لیے کوئی پالیسی دی ہے؟ موجودہ حکومت کو چاہیے کہ ان تمام مسائل کو حل کرنے لیے تمام political forces کو بلائے، ایک گول میز کانفرنس کرے، تمام معاملات پر بحث کرے اور ان کو بہتر بنانے کے لیے ایک اچھی پالیسی مرتب کرے۔ Thank you very much.

Mr. Deputy Chairman: Thank you. Senator Ilyas Bilour *sahib*, please take the floor.

سینیٹر الیاس احمد بلور: بہت شکریہ جناب چیئرمین۔ آج سے کوئی چار مہینے پہلے صدر صاحب نے تقریر کی تھی، میں سمجھتا ہوں کہ یہ جمہوری قوتوں کے لیے بہت فخر کی بات ہے۔ ہمارے جتنے بھی ممبر صاحبان ہیں، ہمارے جو پہلے martial law administrators صاحبان تھے وہ کہتے تھے کہ they are not cultured people, we can't come before them. ہمارے President صاحب نے تقریر کی ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے، انہوں نے جو achievements کی تھیں، انہوں نے وہ بتائیں اور وہ achievements تعریف کے قابل ہیں، وہ NFC Award, 18th Amendment اور باقی achievements تھیں۔ بلیدی صاحب کہہ رہے تھے کہ بدقسمتی سے ملک اندھیروں میں ہے، انہوں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا اور اس ملک کی law and order situation بد سے بدتر ہو چکی ہے۔ جناب چیئرمین! میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری پارٹی نے ہمیشہ struggle کی ہے اور ہر ایک کے خلاف struggle کی ہے اور کبھی کسی

martial law کا حصہ نہیں رہے اور انشا اللہ نہ رہیں گے۔ ہم نے ہر military government کی مخالفت کی ہے، ہم نے کبھی بھی کسی military government کا ساتھ نہیں دیا اور نہ کسی میں حصہ لیا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جب PNA میں ضیاء الحق کے ساتھ بڑے بڑے لوگ اور بہت سی پارٹیاں شامل ہوئیں تھیں، ہم اس میں ممبر تھے تو ہم نے PNA چھوڑ دی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت ضیاء الحق کے ساتھ لوگ شامل ہوگئے تھے اور انہوں نے ان کو بعد میں نکال بھی دیا تھا۔

جناب چیئرمین! میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں جب میں پاکستان میں نہیں تھا، میں باہر programmes سنتا رہا، میں نے دو، تین اور چار، پانچ programmes سنے۔ مجھے کچھ ایسا محسوس ہو رہا ہے، میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ ہم کبھی army کا حصہ نہیں رہے لیکن فوج ہماری فوج ہے، اس ملک میں اس طریقے سے behave کیا جا رہا ہے کہ عوام کو فوج اور ایجنسیوں کے خلاف کیا جا رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہت بڑی سازش ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ سازش اس ملک کی بہتری کے لیے ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ سازش اس ملک کی بہتری کے لیے بالکل نہیں ہے۔ فوج اس ملک کی فوج ہے، ایجنسیاں اس ملک کی ایجنسیاں ہیں، وہ اپنا کام کریں گی، ہم ان کو اپنے سر پر بٹھانے کے لیے تیار نہیں لیکن ان کو اتنا زیادہ برا بھلا نہیں کہنا چاہیے۔ میں اس مٹی کے رہنے والوں اور جو اس مٹی کی پیداوار ہیں اور جن کے آباؤ اجداد اس مٹی میں دفن ہیں، ان لوگوں کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں، خدارا! آپ اس مٹی سے پیار کریں، اس مٹی کو پیار کرنے کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ جس طریقے سے آپ لوگ اس ملک کی قوم اور Armed Forces کی مخالفت اس حد تک لے جا رہے ہیں۔ بعض ایسے لوگ ہیں جن کی آدھی یا کوارٹر فیملی یہاں آئی ہو گی، وہ جو مرضی ہے کرتے رہیں۔ جو لوگ یہاں کے ہیں، جن کے آباؤ اجداد یہاں دفن ہیں، جن کا سارا خاندان یہاں ہے، ان کو تو اس مٹی سے پیار ہے اور ہونا چاہیے اور ملک میں ایسے حالات پیدا نہیں کرنے چاہئیں کہ جس میں کم از کم فوج اور ایجنسیوں کے خلاف عوام کو بھڑکایا جائے۔ میں سمجھتا ہوں یہ جو اتنی نفرتیں پیدا کی جارہی ہیں آخر اس کا انجام کیا ہو گا۔ جتنے بھی ہمارے پاکستانی دوست ہیں کسی ایک پارٹی کے trap میں آئے ہوئے ہیں اور ہر چیز کو اچھال رہے ہیں، کبھی امریکہ کے خلاف بات کر رہے ہیں، کبھی کسی اور کے خلاف۔ ہم کبھی امریکہ کے ایجنٹ نہیں رہے، پہلے ہمیں انڈیا کا ایجنٹ کہا جاتا تھا اور پھر روس کا ایجنٹ کہا جاتا رہا۔ آج کی تقریر کے بعد شاید ہمیں امریکہ کا ایجنٹ بھی کہا جائے۔ ہم نے ہمیشہ ہر ایک کی مخالفت کی ہے۔ اس قوم کو امریکہ کے خلاف بھڑکایا جا رہا ہے اور جس طرح بلیدی صاحب نے کہا کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں

کہ خدانخواستہ اگرterrorism کی ایک قرارداد United Nations میں آپ کے خلاف پاس ہوجائے تو کیا ہوگا۔ مجھے بلیدی صاحب یا کوئی شخص یہ بتادے کہ North Wazirstan میں Chechens, Chinese, Saudis اور نائجیرین بیٹھے ہوئے ہیں، کیا وہ میرے پختون ہیں، کیوں بیٹھے ہوئے ہیں، کیا کررہے ہیں۔ جب بھی terrorism یا القاعدہ کی بات اٹھتی ہے تو ہمارے پاکستان ہی سے اٹھتی ہے۔ ہمارے پختونوں کی یہ روایت ہے کہ کوئی مہمان ہمارے پاس آئے تو ہم اسے بہت عزت دیتے ہیں، کھانا کھلاتے ہیں مگر یہ نہیں ہمارے گھر میں بیٹھ کر terrorism کرے اور خدانخواستہ میرے ملک کو اس حد تک لے جائے کہ جہاں پر آج یہ ملک پہنچ چکا ہے۔

2مئی کو اسامہ کیس ہوا، قیامت برپا ہو گئی۔ اسامہ کون ہے، میں کہتا ہوں وہ قاتل ہے، میرے پشاور کے بچوں کا، پیپلزمنڈی کے بچوں اور عورتوں کا، لاہور، راولپنڈی، اسلام آباداور کراچی میں امام بارگاہوں اور مسجدوں میں جو بچے مرے ہیں، ان کا قاتل ہے۔ یہ خودکش حملے انہوں نے، الظواہری نے کروائے ہیں، وہ سب کا قاتل ہے اگر وہ مارا گیا تو کیا ہوا۔ اس پاکستان میں یہ پہلی مرتبہ نہیں ہے کہ امریکہ نے یہ کیا ہے۔ اس سے پہلے بھی ایک غازی تھا، جب ایمل کانسی پنٹاگان میں گولیاں مار کرواپس آیا تو اسے ڈیرہ غازی خان سے اٹھا کرلے گئے اور پھر اسے پھانسی دے کراس کا جنازہ بھیجا گیا۔ اس غازی کے لیے کسی نے اتنا شور نہیں مچایا۔ اب اسامہ کے لیے شور مچارہے ہیں، he was not a Pakistani, he was Arabian man. ایمل کانسی پاکستانی تھا، اس کے لیے توشور نہیں مچایا، میں سمجھتا ہوں وہ شہید ہے۔ یہ جو دوست روزانہ ٹیلیویژن پر باتیں کررہے ہیں، شور مچارہے ہیں، کوئی امریکہ کے خلاف باتیں کررہا ہے، کوئی آرمی کے خلاف باتیں کررہا ہے۔ آخر یہ کیا چاہتے ہیں۔ یہ پاکستان میں کیا حالات چاہتے ہیں؟ وہ چند گنے چنے لوگ جنہوں نے سب کو trap کرلیا ہے، وہ کیا چاہتے ہیں۔ سوات مینگورہ میں خونی چوک تھا، تلوار سے لوگوں کا سر کاٹا جاتا تھا، کیا آپ چوک یادگار، فوارہ چوک، پاکستان کے سارے چوکوں کو خونی چوک بنانا چاہتے ہیں؟ ہر چیز کی کوئی انتہا ہوتی ہے، اتنا دور نہ جائیں کہ واپس نہ آسکیں۔ کیا آپ یہاں پر ملاعمر کی حکومت لانا چاہتے ہیں؟ میں ملاعمر کی حکومت میں دو مرتبہ افغانستان گیا تھا، pathetic condition تھی، Do you want to bring in that? So, what do you want to bring? آپ لوگ کرنا کیا چاہتے ہیں؟ میں ان لوگوں سے ہاتھ جوڑ کرکہتا ہوں جو اس مٹی کے رہنے والے ہیں کہ خدارا! اپنی مٹی سے پیار کریں، یہ مٹی آپ کی ماں ہے، یہاں ہمارے آباؤ اجداد دفن ہیں اور ہم بھی یہاں دفن ہوں گے، ہم کہیں بھاگ کر نہیں جاسکتے

اور نہ جانے کی ہمت رکھتے ہیں۔ ہم نے اس ملک میں رہنا ہے۔ خدا کے لیے اس ملک کو اپنے مفادات اور خواہشات کی وجہ سے اس حد تک نہ لے جائیں کہ یہ تباہی کے دہانے پر پہنچ جائے۔ جس طریقے سے discussions کی جا رہی ہیں یہ ملک کی بہتری کے لیے نہیں ہیں۔

مجھے secularist کہا گیا۔ میرے بھائی مشاہد اللہ صاحب یہاں نہیں ہیں۔ الحمدللہ میں نے اس دن TV پر یہ کہا تھا کہ میں پہلی دفعہ اکتوبر 1970 میں عمرہ پر گیا، مجھے حضور محمد مصطفیٰ ﷺ سرور کائنات کے قدموں میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا، وہاں سردار شوکت حیات صاحب بیٹھے تھے، انہوں نے کہا بیٹے ادھر آجاؤ سب سے اچھی جگہ یہ ہے۔ اس وقت سے میں حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی کا طالب ہوں اور الحمدللہ ہر دفعہ عمرے پر جاتا ہوں لیکن secularist کا یہ مطلب نہیں کہ لا دین ہے، جس طریقے سے پنجاب کے ایک اخبار نے بنا دیا، secularist کا مطلب ہے ہر آدمی کو اپنے مذہب کے مطابق چلنا ہے، مقصد مذاہب ہے لیکن یہ مطلب نہیں ہے کہ میں غیر مسلم ہوں اور جو مجھے غیر مسلم کہتا ہے اسے خدا خود ہی دیکھے گا کہ وہ کتنا بڑا مسلمان ہے۔ آخر میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس ملک کو بچانے کے لیے بہت کچھ کرنا پڑے گا، صرف اپنی انا کے لیے اس ملک کو خراب نہ کریں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: پروفیسر خورشید صاحب نے بولنا تھا، نہیں ہیں۔ جی ڈار صاحب۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب چیئرمین! جو کچھ ہماری بہن نے کہا اور آج ہمیں time bound ہے۔

Mr. Deputy Chairman: No, no we have time.

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: سینیٹر سعیدہ اقبال نے issue raise کیا تھا تو میں سمجھتا ہوں کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میڈم تو خود ہیں نہیں کہ issue raise کرتے۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: وہ walkout کر گئی ہیں، ان کو بلوا لیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: فرحت عباس صاحبہ بات کریں۔

سینیٹر فرحت عباس: میں یہی کہنا چاہ رہی ہوں کہ وہ ناراض بیٹھی ہیں، ان کو بلا لیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اچھا ناراض لوگوں کو منانے جائیں تو پھر کون منانے جائے گا، آپ خواتین جائیں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: آپ جب شروع کریں گے تو وہ آجائیں گی، وہ اسی وجہ سے بیٹھی ہوئی تھیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میڈم ریحانہ اور میڈم کلثوم انہیں لے آئیں۔ میڈم ابھی ابھی ملائشیا میں ان کے ساتھ ہمسفر تھیں۔آپ کو سچ بتاؤں مجھے تو فکر ہو جاتی ہے، ان کو بلڈ پریشر ہے، مشاہد اللہ جگر کیس، میں ,diabetic ولی بادینی heart case اگر میں نے ان کو بولنے سے روک دیا اور کچھ ہو گیا تو اللہ خیر کرے۔ میرا خیال ہے on call Doctor ساتھ بٹھانا چاہیے تھا۔جی۔

سینیٹر ولی محمد بادینی: جناب چیئرمین! مجھے سمجھ نہیں آتی کہ جو معاملہ شروع ہوتا ہے اس کو کاٹ کر دوسرا شروع کر دیتے ہیں۔ مہربانی کر کے جو شروع کرتے ہیں اس کو آخر تک تو لے جاؤ۔ اب ایران کا، بلوچستان کا مسئلہ ہے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کسی کا اس پر دھیان ہی نہیں ہے نہ کوئی سنتا ہے اور نہ کوئی توجہ دیتا ہے حتیٰ کہ آپ بھی۔ اب فریاد کریں گے، دو باتیں تو کریں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ولی بادینی صاحب! آپ کا point درست ہے۔ اس وقت حاجی لشکری بات کرنا چاہتے تھے جو وہاں سے ہو کر آئے ہیں۔

سینیٹر ولی محمد بادینی: لشکری صاحب بات کریں، بلیدی صاحب بات کریں لیکن ہم بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔ ہم بھی بلوچستان سے تعلق رکھتے ہیں، ہمارا بھی حق ہے، بلوچستان کو اتنا ignore نہ کریں۔آپ کی مہربانی ہو گی کیونکہ وہاں پہلے ہی آگ لگی ہوئی ہے اور بلوچستان جل رہا ہے اور آپ مزید دھکا دے رہے ہیں میں کہتا ہوں آپ ایسا مت کریں۔ بلوچستان بھی پاکستان کا صوبہ ہے اور جب بات شروع ہوتی ہے تو سب اپنے ساتھ لگے ہوتے ہیں کوئی ادھر دھیان ہی نہیں دیتا کہ بلوچستان کی بات ہو رہی ہے۔مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: صحیح بات ہے۔آپ نے نوٹس لیا ہے۔ میں آپ کی بات مانتا ہوں۔مجھے فکر ہوتی ہے کہ کہیں آپ کے دل کی دھڑکن تیز نہ ہو جائے۔ جی اسحاق ڈار صاحب please take the floor.

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔میرا خیال ہے۔ جناب چیئرمین! کل یہاں ایک بات ہوئی اور میں سمجھتا ہوں کہ سب ساتھیوں کے لیے بڑا احترام ہے اور ڈاکٹر صاحبہ تو چونکہ بہت learned ہیں پڑھی لکھی ہیں تو سب سے پہلے تو میری گزارش ہو گی کہ جو ابھی انہوں نے فرمایا تھا شاید انہوں نے intentional لفظ استعمال نہیں کیا ہو لیکن میں Rules and Law اور قوانین کی روشنی میں بات کر رہا ہوں کہ یہ word, I owe no explanation to anyone, it is No.1. یہ کہنا کہ explanation دیں اور اس پر واک آوٹ کرنا اور باہر بیٹھے رہنا یہ مناسب نہیں۔میری بہن ہیں ہم نے کئی جگہ پر اکٹھے کام کیا ہے۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: Madam please تشریف رکھیں۔ان کو سن لیں۔

سینیٹر سعیدہ اقبال: آپ نے مشاہداللہ صاحب کو کبھی نہیں روکا، مجھے بلڈ پریشر ہرگز نہیں ہے۔آپ کبھی بھی floor نہیں دیتے۔کل آپ کی جگہ پر جو شخص بیٹھا ہوا تھا وہ بیٹھا ہو یا آپ بیٹھے ہوں، یہ چیئرمین کی بات ہے جو بھی چیئر پر ہے اس کو کل کی ruling کو پاس کرنا چاہیے۔کل ruling دی گئی تھی کہ اس بات کا جواب دیا جائے گا۔ایک شخص اپنے ہی لیے insist نہیں کرسکتا کوئی اور اس کے لیے کچھ کرے گا۔ یہ پورا ہاؤس کل بولا ہے جب وہ بیٹھے تھے سامنے۔آج نہیں بولا۔ یہ بہت بڑی بات ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ اس پر Article 6 لاگو ہوتا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: انہوں نے ایک جملہ بڑا اچھا کہا ہے کہ وہ اس کے جوابدار نہیں ہیں لیکن انہوں نے ذمہ داری اٹھائی تھی، معلومات لے کر یہاں پیش کرنی ہیں۔

سینیٹر سعیدہ اقبال: میں نے صبح کہا تھا کہ میں ان کی بات سنوں گی لیکن آپ نے ہماری پہلی بات کو چھوڑ دیا یہ ایجنڈا تو آپ کا دس دن سے آرہا تھا اور ان لوگوں نے اس کو سبوتاژ کیا ہوا تھا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میڈم قائد ایوان نے ہی ایوان کو چلانا ہوتا ہے، آپ بھی اسی ٹیم کا حصہ ہیں، ان کی بھی عزت رکھنی ہوتی ہے۔

سینیٹر سعیدہ اقبال: آپ نے ہمیں کبھی بھی floor نہیں دیا۔ دوسالوں سے مجھے آپ نے کبھی بھی floor نہیں دیا۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: چیئرمین صاحب! جس Chair کے لیے ہم یہ ساری بحث کر رہے ہیں وہ چیئر صبح سے جو کارروائی conduct کر رہی ہے اسی کو اس وقت ہم متنازعہ بنا رہے ہیں۔ میں تو صبح سے بیٹھا ہوا ہوں اور اگر تلاوت کے بعد مجھے وقت دیتے تو میں نے وہی بات کرنی تھی جو میں اب کروں گا but unless you authorize me to take the floor how can I talk?

(اس موقع پر ایوان میں اذان ظہر سنائی دی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی ڈار صاحب۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں عرض کر رہا تھا کہ ہم جب کسی چیز کی کوشش کرتے ہیں پھر اس میں طرح طرح کی complications آتی ہیں۔ آپ کو بھی پتا ہے کہ کل میرے ایک ڈیڑھ گھنٹے کے دلائل باقی تھے اور میں دوستوں کا شکریہ بھی ادا نہیں کرسکا کیونکہ چیئرمین صاحب کی طبعیت بھی خراب تھی اور میں اس کو realize کرتا تھا کہ ساتھی سارا دن بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے کچھ پریس کے ساتھیوں نے گلہ بھی کیا کہ ہم نے بھی اتنا patience کیا ہمارا شکریہ بھی ادا نہیں کیا۔ میرے جو ایک سو annexures تھے ان کو میں 58 تک لایا۔ بہرحال میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں، انہوں نے کل بہت patience دکھائی اور آپ کے توسط سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور میں مشکور ہوں کہ دونوں سائیڈ کے بھائیوں کا اور ہم نے یہ پہلے کہا تھا کہ یہ individual issue نہیں ہے، یہ پارٹی کا issue نہیں ہے۔ ہم تاریخ لکھ رہے ہیں۔ ہم قانون اور آئین کے تحت آئندہ آنے والے پتا نہیں کتنی دہائیوں کے لیے یہ فیصلہ کرنے جارہے ہیں کہ کسی چیز کی مستقبل میں کیا treatment ہو گی۔ اب میں main issue پر آتا ہوں۔ جیسے میں نے گزارش کی کہ دیکھیں کہ اگر جذبات کی رو میں بہہ کر بات کریں گے تو پھر ہم کہیں بھی نہیں پہنچ سکتے اور میں نے کل بھی کہا تھا، میری بہن نے کل بھی کہا تھا کہ وہ Privilege Motion ہے تو میں نے کہا تھا کہ if the sense of the House is and they feel that nobody can stop, it is their right under the Rules of Procedure میں ان کو روک نہیں سکتا لیکن as a gesture of

goodwill I have a regard for the Chair and this Office and as a
gesture of goodwill میں نے کہا کہ مجھے تھوڑی facts finding کر لینے دیں کئی مرتبہ پتا نہیں
ہوتا کہ سیاق و سباق کیا ہیں، کس طرح ہوا تو میں نے وہ ذمہ داری لی حالانکہ سب کو پتا ہے کہ رات کو
یہاں سے نو بجے گئے۔ میری ایک commitment بھی تھی میں اس کے باوجود I made sure کہ
میں اپنے جو colleagues ہیں، میں محترمہ سے رابطہ کروں اور میں ان سے بات کر کے جو
حقیقت ہے وہ میں اس ایوان کے سامنے رکھ دوں اور میں حاضر ہوں۔ اگر کوئی سمجھتا ہے کہ اس کے سننے
کا فائدہ کوئی نہیں ہے یا اس کی ضرورت نہیں ہے اور صرف Privilege Motion file کر کے
معاملہ حل ہوتا ہے it is up to my colleagues I have no problem میں چاہوں گا کہ
آپ لوگوں کو حقیقت کا پتا چل جائے۔ it is something that surprised me جو میری
findings ہیں اور میں وہ سمجھتا ہوں کہ جب آپ کھلے دل کے ساتھ ان چیزوں کو سنیں گے تو شاید آپ
بھی دوبارہ reflect کریں کہ یہ کیا ہوا ہے لیکن میں نے آپ سے پہلے گزارش کی اور میری بہن باہر
تھیں I said, I owe no explanation and this is unfair کہ اس چیز پر واک آوٹ
کرنا کہ ڈار صاحب explanation دیں یہ مناسب نہیں ہے۔ ہم سب بہن بھائی ہیں، ہمیں ایک
دوسرے کا احترام کرنا چاہیے اور ایک جو legal, rules اور آئین کے تحت میری ذمہ داری نہیں
ہے I took upon me because I want a smooth running of this Office,
I want the respect for the Office, I am with you لیکن پھر اس کو ایک ٹارگٹ کر
کے لفظ استعمال کرنا مناسب نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! میری findings کے مطابق ایک صاحب ہیں وہ کالم وغیرہ لکھتے ہیں
رؤف حسن صاحب۔ انہوں نے ایک اخبار میں ایک کالم 11 جون، 2011۔ ۔۔آپ ذرا یہ نوٹ
فرمائیں اور وہ جو کالم تھا She believes and she has reasons to believe was
sponsored by certain political parties. Please listen the contents of the article, I would not read the whole; it is a long article.

> "Having tasted blood, the hounds were on the prowl. The tentacles were laid bare again in the election of the leader of the opposition in the Senate. Lacking the requisite numbers for the position, the PML (N) leadership resorted

again to the familiar tactics of 'lotacracy'. They being no saints themselves, it managed to entice ten Senators away from their parent parties who conveniently dubbed themselves as the 'Likeminded Group' and the 'Dissident Group' and insisted that their votes be counted for the PML (N) candidate. The Chairman Senate did not agree and declared the opponent as elected to the coveted position. That enraged the PML (N) leadership and they announced a boycott of the Senate and all its ancillary committees till their demand was met. That proves beyond a shadow of doubt….."

جناب! یہ کافی لمبا article ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ paper کونسا ہے؟

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: Paper میں پتا کر لیتا ہوں۔ یہ جو آرٹیکل ابھی میں نے لیا ہے، اس کا title دیا گیا ہے "Moral low point" اور یہ 11 جون 2011 کو چھپا ہے۔ میں نے آپ کے سامنے پڑھ دیا ہے۔ The honourable colleague of mine, MNA, has reasonable reasons to believe….. میں کسی کی feelings hurt نہیں کرنا چاہتا، میں اگر parties کا بھی کہوں تو آپ کو پتا ہے، PML(Q) اور PPP کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ this was a sponsored article. Now, look at the wording and language. اگر یہ matter ہمارے لیے subjudice ہے تو یہ اسی طرح دوسری side کے لیے بھی subjudice ہے۔ I wish کہ یہ آرٹیکل 11 جون کو یعنی فیصلے کے پانچ دن بعد نہ آتا and you have heard the facts, one and all detail, talking three and a half hours yesterday اور آپ نے دیکھا کہ اگر یہ ہمارے ساتھی، میں ان کا بہت احترام کرتا ہوں، نہ بھی گنے جاتے تو ہماری majority تھی اور انشاءاللہ، ہم ثابت کریں گے کہ وہ ہے۔ یعنی اس کو یہ شکل دی گئی، it was a malafide attempt, it was very dirty article in my

کسی کو بھی اس طرف نہیں جانا چاہیے لیکن دیکھیں جہاں opinion. It was not warranted. ایسی چیز ہوتی ہے، everybody is a human being اور اس کا پھر response بھی آتا ہے۔

اس کے بعد میں نے ان سے جو جواب یا تفصیل لی، sir, you will be further shocked کہ انہوں نے جو لکھا ٹائٹل سے لے کر آخر تک، ان کے آرٹیکل کا ٹائٹل ہے، ابھی وکلا حضرات بیٹھے ہیں "Ignorantia legis non excusat" اس کا مطلب ہے کہ law میں ignorance کوئی excuse نہیں ہے۔ These are Latin words, legal language میں استعمال ہوتی ہے۔ This was the title. She never put a title of......

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: ٹائٹل کچھ اور ہے، آپ اس کو دیکھیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے ٹائٹل کچھ اور دیا اور میڈیا والوں نے کچھ اور لکھ دیا۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: دیکھیں میں کالم لکھتا ہوں تو اپنا title بھی بھیجتا ہوں اور محترمہ انوشہ رحمٰن صاحبہ نے جو title بھیجا، وہ تھا "Ignorantia legis non excusat" جس کو convert کیا گیا۔ Obviously, you cannot dictate and command the media.

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کا مطلب ہے کہ انہوں نے تیل چھڑک دیا۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب! بات یہ ہے کہ editing ان کا right ہے، ان کا fundamental right ہے۔ We cannot stop them. جو ان کا لکھا ہوا آرٹیکل تھا، اگر اس کا پہلا ٹائٹل ہوتا تو میرے خیال میں آج کسی کی بھی اس طرف شاید توجہ نہ جاتی۔ ایک چیز جس کے بارے میں آپ sensitive ہیں، اس پر میں آتا ہوں، وہ صرف میں quote کروں گا جس کا اس میں ایک لفظ produce نہیں ہے۔ پہلا پیرا ہے:

> "The very first code of ethics of the professional society of journalists clearly states that journalists should test the accuracy of information from all sources and exercise care to avoid inadvertent error". Deliberate distortion is never permissible. After that, there was a time when not an iota from the truth would be allowed to enter the holy of holies,

the columns of any self respecting publication. However, a recent article "Moral low point" by Raoof Hasan, read like hammering of the last nail in coffin of the code of ethics of professional journalism. While some readers may have found the article to be cheap sensationalism, personally I found it to be rather alarming for its woefully profound display of rugged ignorance and deliberate distortion of the law and for its fictional twisting and miserably economical play with the truth".

جناب! یہ اس کا پہلا para ہے۔ ایک لفظ اس article میں نہیں ہے۔ It starts from the second para.

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب! میرا ایک پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

(مداخلت)

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: آپ نے خود کہا کہ you don't owe an explanation to this House. میری عرض سن لیں۔

Senator Mohammad Ishaq Dar: What you want me to do? Not to give the facts.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: I am not responding in the same tone to you. I don't expect from you.

(Interruption)

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: میں صرف ایک عرض کرنا چاہتا ہوں، یہ تو ساری explanation کی بات ہے۔ آپ اس context میں دیکھیں کہ کل جب ruling آئی تھی اور ruling سے پہلے آپ نے کہا کہ میں پوچھ کے بتاتا ہوں regarding whether she has written this article or not. ان کے ایک رکن نے کہا کہ پتا نہیں اس نے لکھا بھی ہے کہ نہیں۔ If you want to go into the contents of that article........

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: میں صرف چار منٹ اور لوں گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ بات کر لیں پھر آپ کیجیے گا۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: I don't expect such kind of tone and tenor from Ishaq Dar at least. I don't expect that.

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: میں معزز لیڈر آف دی ہاؤس سے یہ تو توقع کرتا ہوں کہ میں آپ کو ایک حقیقت بتا رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جو آپ نے investigate کی ہے وہ بتائیں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جو میں نے forensic auditing کی ہے، وہ میں آپ کو پیش کر رہا ہوں کہ ہوا کیا ہے۔ باقی it is up to you, you form an opinion, you take an action. میں تو آپ کو کچھ ہی نہیں رہا کہ آپ action نہ لیں۔

جناب! یہ پورا para اس میں غائب تھا۔ اس کے بعد آگے پھر ایک para میں again انہوں نے she has written on the second issue raised by Raoof Hasan. second کا لفظ بھی کاٹ دیا اور Rauf Hasan کے الفاظ بھی کاٹ دیے تاکہ یہ لگے کہ the article is totally directed by one honourable MNA against the Chairman of Senate. یہ دوسری بات ہو گئی۔ I will not take more than five minutes.

تیسرا، ایک اور para ہے، جو لفظ اس سے کاٹے گئے، edit ہوئے

> "Let us move on the factual twisting and miserably economical play with the truth and the deliberate distortion of recorded historical facts"

یہ بھی کاٹ دیے۔ یعنی وہ ہر para میں reference دے کر، رؤف حسن صاحب کو جواب کے طور پر address کر رہی ہے۔ آخری پیرا، جسے میں پڑھ دیتا ہوں۔ This is the concluding para, whole washed off.

> "In his essay on Memory and Recollection, Aristotle advocates that sensationalism and selective memory and recall are both special classes of intentional states of mind. When Aristotle refers to many abilities to have thoughts with

> the relevant contents whether or not the corresponding contents exist in the world at large, he is referring to man's ability to deliberate, fabricate or deliberately distort the facts according to personal biases, partiality or animosity or lust for cheap sensationalism for our country to exist and fair better from its current, perilous conjuncture. Columnist such as Raoof Hasan will need to not only harness the formidable hard-work of mass media but also learn how to supplement it with the far greater soft power of factual correctness. I would say for the freedom of speech, I may not agree with a word you say but I will defend to the death your right to say it".

جناب! یہ پھر title اس میں نہیں ہے۔ اب ٹائٹل change کیا گیا۔ جتنے اس میں references ہیں جو رؤف حسن صاحب کو respond کر رہے ہیں، وہ نکال کر باقی چھاپ دیا گیا ہے۔ اب میں تو اس کا owner نہیں ہوں لیکن میں صرف آپ کے سامنے یہ سارے facts رکھ رہا ہوں کہ editorial editing is the right of the press. Nobody can command and nobody can direct them. ان کا حق ہے۔ میں ایک کالم لکھ کر ان کو دیتا ہوں، اب ان سے پوچھا جاسکتا ہے کہ جناب! آپ نے کیوں یہ چیزیں نکال دی ہیں۔ It has conveyed bad feeling, bad blood and misinterpretation and misconnection. جب ایسی چیزیں ہوتی ہیں تو وہ passion کو provoke کرتی ہیں۔ I don't blame Dr. Saeeda Iqbal the way she is behaving. She is a loyal party worker and a member of PPP. ان کا رویہ بالکل صحیح ہے لیکن میں کہوں گا کہ please اسی طرح آپ دوسری side پر بھی دیکھیں۔ اگر اس type کا sponsored article آئے گا which blames a political party and its leadership by name and without factual position. میں نے جیسے عرض کیا کہ آپ اگر نہ بھی count کریں تو we still have the majority, we have put our case, I don't want to go into details تو میں سمجھتا ہوں کہ اس نے اس کو further trigger کیا۔

جس بات پر ہم زیادہ فکر مند ہوئے، بخاری صاحب ایک legal mind کے آدمی ہے، may be some other people also sitting here اس میں لکھا ہوا tantamount لفظ in the context of entire things of ہے، اس پر کل بات بھی ہوئی۔ جب آپ اس کو پڑھیں گے تو وہ کچھ اور convey کر رہا ہے۔ اس میں، میں سمجھتا ہوں کہ جو جلتی Raoof Hasan پر تیل ڈالا گیا۔ اکیس تاریخ کا جو واقعہ ہوا، نوڈیرو میں جو تقریر ہوئی، میں سمجھتا ہوں کہ اس نے جلتی پر تیل ڈالا اور جیسے میں محترمہ سعیدہ اقبال صاحبہ کی عزت کرتا ہوں، میں ان کو control نہیں کر سکتا، شاید بخاری صاحب بھی control نہیں کر سکتے، ہم بھی کسی کو control نہیں کرسکتے۔ She just talks about the article. Article is totally different thing, it has been published in totality without editing and sensor. یہ میرے facts ہیں، آپ جو فیصلہ کریں، you are most welcome.

جناب ڈپٹی چیئرمین: میڈم سعیدہ اقبال۔

سینیٹر سعیدہ اقبال: جناب چیئرمین! اگر روف حسن صاحب نے PML (N) کے خلاف کوئی بات کہی ہے، وہ اپنی جگہ قابل مذمت ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چیئرمین سینیٹ Article 63 کی subversion میں گناہگار ٹھہرے، اس بات کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ Chairman Farooq Ahmed Naek is not doing politics in public. وہ یہاں ایک issue پر گفتگو کر رہے ہیں، انتہائی برداشت کے ساتھ اور impartiality کے ساتھ کر رہے ہیں۔ جس طرح ڈار صاحب کسی اور کے قول و فعل کے ذمہ دار نہیں ہیں، اسی طرح چیئرمین بھی کسی اور کے قول و فعل کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ نوڈیرو کے واقعے کا تعلق کشمیر کے واقعے سے ہے، وہ اس ایوان کا واقعہ نہیں ہے، وہ ایک political بات ہے، اس کو یہاں مت لائیں، یہاں اس ایوان کی بات کریں۔ میں ڈار صاحب کی تمام باتوں کو مان جاؤں گی، وہ condemn کریں، میں بھی ان کے ساتھ condemn کروں گی جب میں اس article کو پڑھ لوں گی اور اس میں دیکھوں گی کہ اس میں کیا غلط باتیں ہیں، جو انہوں نے کہی ہیں، وہ بھی غلط ہیں لیکن اس پر مجھے جو اعتراض ہے، باقی باتوں کو بھی کل نہیں اٹھانا چاہیے تھا، جب تک اس ایوان میں فیصلہ نہیں آجاتا۔ درمیان میں ایک بات آئی ہے، آپ کہتے ہیں کہ آپ نے پڑھا ہے، وہی جو فتویٰ کی سیاست چل رہی ہے کہ

> "The Chairman acted with partiality to facilitate the election of Moulana Haideri; for which he not only distorted his own oath but also Article 63 (A). That is tantamount to subversion of the Constitution which is punishable under Article 6 of the Constitution. He therefore, deserves to be deprived of his continued membership of the Senate by the Election Commission".

This is the crux of the matter. رؤف حسن کا article کتنا بھی condemnable ہو، اس میں اس قسم کا کسی شخصیت پر کوئی فتویٰ موجود نہیں ہے۔ ایک شخصیت پر ایک دوسری شخصیت، دونوں legislators ہیں، ایک محترمہ MNA ہیں اور ایک اس ایوان کے custodian, یہاں کے چیئرمین ہیں جو کل کوئی اور ہوگا، ہو سکتا ہے کل ڈار صاحب وہاں بیٹھے ہوں، کوئی اور بیٹھا ہو، آپ بیٹھے ہوں، آج بھی آپ اس کرسی پر بیٹھے ہیں۔ اس article کو کل نہیں شائع ہونا چاہیے تھا، جب تک اس debate کا فیصلہ نہیں ہوتا، وہ بی بی خود وکیل ہیں اور کافی سمجھدار ہیں۔ میں وکیل نہیں ہوں مگر میں بھی اتنا سمجھتی ہوں کہ یہاں پر ایک dialogue ہو رہا ہے اور اراکین اس میں participate کر رہے ہیں، چیئرمین سینیٹ لے کر چل رہے ہیں، وہ انتہائی برداشت اور تحمل سے کام لے رہے ہیں، باقی سب لوگ بھی لے رہے ہیں۔ ہم نے اپنی budget speeches کی قربانی دی، صدر کے خطاب پر تقریریں نہیں ہوئیں، legislative business نہیں ہوا۔ کم از کم کل کا ایک دن اور صبر کر کے، اس کا نتیجہ آنے دیتیں اور اس کے بعد اسی ایوان سے جو ذمہ دار لوگ ہیں، ڈار صاحب ہیں، راجہ ظفر الحق صاحب ہیں، مشاہد اللہ صاحب کے علاوہ اور بھی بہت سے سارے لوگ ہیں، کوئی بھی شخص disagree کر سکتا تھا۔ ان بی بی نے اس میں جو فتویٰ لگایا ہے، جو الزام لگایا گیا ہے اور ہمارے چیئرمین صاحب کو criminal ٹھہرایا گیا ہے، ہم کیسے آرام سے بیٹھیں؟ اگر رؤف حسن نے غلط کہا ہے تو I condemn Rauf Hassan میں ان کے کالم کو پڑھوں گی اور میں بھی اسے condemn کروں گی۔ اگر میں، آپ، بخاری صاحب، ڈار صاحب اور سب مل کر بُرے آدمی کو بُرا نہیں کہیں گے تو نہ یہ ایوان چلے گا اور نہ یہ ملک چلے گا۔ غلط کو غلط کہنا چاہیے چاہے وہ کوئی پارٹی ہو، کوئی صحافی ہو، کوئی ایم این اے ہو، کوئی سینیٹر ہو۔ بے شک میرے پاس قانون کی ڈگری نہیں ہے مگر اتنا ہر شخص سمجھتا ہے کہ کون سی بات کون سے وقت پر کہنی چاہیے۔ کل کا وقت بھی مناسب نہیں

تھا اور یہ الفاظ چیئرمین سینیٹ کے لیے تو کسی بھی موقع پر مناسب نہیں ہیں۔ ایک شخص کے لیے جو کسی پارٹی کے head نہیں ہیں اور انہوں نے خود ہم سے متعدد مرتبہ کہا ہے کہ مجھ سے پارٹی کی بات مت کرنا جبکہ اب میں چیئرمین سینیٹ ہوں، میرے لیے تمام سینیٹرز برابر ہیں اور انہوں نے عملاً یہی کیا ہے، آپ بھی یہی کریں گے اور جو بھی وہاں بیٹھے گا وہ یہی کرے گا۔ اس paragraph کا جواب ڈار صاحب کی بات سے مکمل نہیں ہوتا، یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا سخت notice لینا چاہیے اور جب تک اس کے خلاف کارروائی نہیں ہو گی، اس وقت تک ہماری اور اس ایوان کی عزت بحال نہیں ہو گی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: مشاہد اللہ صاحب، مشہدی صاحب اور پھر حسیب خان صاحب۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جس مسئلے پر گفتگو ہو رہی ہے، میں نے وہ اخبار نہیں پڑھا جس میں انوشہ رحمٰن صاحبہ کا کالم آیا ہے لیکن جو بتایا گیا ہے اور اگر چیئرمین صاحب کے بارے میں ایسی بات کہیں ہوئی ہے تو واقعی اس کی بھی تفتیش کرنی پڑے گی، میں اسے پڑھوں گا۔ چیئرمین صاحب کی عزت، ہم سب کی عزت ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ ڈپٹی چیئرمین کی بھی عزت ہے لیکن یہ بھی درست ہے کہ غلط کو غلط کہنا چاہیے، یہ بھی درست ہے کہ تحمل ہونا چاہیے، برداشت ہونی چاہیے لیکن یہ بھی درست ہے کہ سوچوں میں اتنا بڑا تضاد نہیں ہونا چاہیے کہ چیئرمین کی ایک بات کو لے کر بات کا بتنگڑ بنا دیا جائے۔ اگر واقعی غلط کو غلط کہنا ہے تو کیا میری فاضل ممبر صاحبہ، پرسوں نوڈیرو میں جو خطاب صدر نے کیا ہے--

جناب ڈپٹی چیئرمین: مشاہد اللہ صاحب! ادھر نہ جائیں، let's be specific, this is something different. We have to limit ourselves.

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: مشاہد صاحب! آپ اُسے اِس چیز کے ساتھ نہ ملائیں، میں نے کہا ہے کہ یہ Chair نوڈیرو اور رائے ونڈ کی پابند نہیں ہے۔ آپ specifically اس مسئلے پر بات کریں کیونکہ دوسرے ممبران بھی کچھ بولنا چاہتے ہیں۔ .Please take you seat

(مداخلت)

سینیٹر مشاہد اللہ خان: میں ضرور بات کروں گا اور میں آصف زرداری صاحب کی بات کروں گا، کیا وہ پارلیمنٹ کا حصہ نہیں ہیں؟ آپ مجھے قید کرنا چاہتے ہیں، آپ میرے خیالات کو قید کرنا

چاہتے ہیں۔ یہ لوگ مجھے dictation دینے والے کون ہوتے ہیں؟ اگر انہیں چیئرمین کی عزت کا خیال ہے تو مجھے اس ملک کے سب سے بڑے لیڈر کا خیال ہے۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: مشاہد صاحب! آپ کو کوئی نہیں روک سکتا، آپ جا کر سڑکوں پر بات کریں۔ I am giving the floor to Senator Tahir Mashhadi.

Senator Col. (Retd.) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you very much Mr. Chairman! This is regarding certain remarks which have been written. Now written remarks are a matter of record, you can look at them. I will not comment on this because it might come before the Privileges Committee and if it comes before the Privileges Committee then I would have to chair it. So, I am not going to comment on this. I am going to comment that honourable members are trying to disrupt all the institutions of Pakistan.

Mr. Deputy Chairman: Tahir Mashhadi *Sahib*, the floor is with you.

(Interruption)

Senator Col. (Retd.) Syed Tahir Hussain Mashhadi: One point agenda is before them.

جناب ڈپٹی چیئرمین: One point agenda ہے وہ میں بھی جانتا ہوں۔

Senator Col. (Retd.) Syed Tahir Hussain Mashhadi: They are trying to disrupt this honourable House. You have given the floor to speaker and it is clear in the rules that who will address once the Chair has given. It's very clear in the rules. Are we going to disrupt every proceeding? Are we going to disrupt all the rules? I will not comment on the issue which might come before the privileges committee but I will comment that honourable

members have spoken about certain correspondence. Sir, I stand for freedom of the press, freedom of expression by any journalist, columnist, I myself have had the honour of being a columnist for many, many years. It is sacrosanct. You cannot name people who cannot defend themselves.

On this floor of the House, the honourable members when pass comments against journalists or an article in such a way, it is not proper. You may not agree with the single word, I may not agree with the single word what he has to say but he has the right to say it, I will defend the right. So, please do not pass comments against correspondence or journalists who write according to their conscience, according to their understanding. We may accept what they write or we may reject what they write. A newspaper is in our hands. We may put it on the shelf for future reference or we may burn it but please do not pass comments against a journalist because they are not here and they cannot defend themselves. Thank you Mr. Chairman.

Mr. Deputy Chairman: Thank you, I give the floor to Haseeb Khan *Sahib*.

سینیٹر عبدالحسیب خان: چیئرمین صاحب، بہت بہت شکریہ۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: مشاہداللہ صاحب میں نے حسیب خان کو floor دیا ہے، آپ ان کو سن لیں۔ اس مخصوص point پر بات کریں۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: میں ایک منٹ لوں گا۔ میں اسی point پر بات کروں گا لیکن میرا انداز وہ نہیں ہو گا جو چل رہا ہے۔ مجھے صرف ایک منٹ دیا جائے۔ مشاہداللہ صاحب، اس کے بعد آپ بول لیجئے گا۔ چیئرمین صاحب، میں specific بات کروں گا، قرآن کی روشنی میں بات

کروں گا، قرآن کی آیات کی بات کروں گا اور میں امید کرتا ہوں کہ میرے honourable ممبران میری بات سنیں گے۔

ہمارے جتنے لوگ یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں اس میں سے صرف تین لوگ ہیں، ایک امنوا ہے، ایک کافر ہے اور ایک منافق ہے، چوتھی کوئی چیز نہیں ہے اور قرآن کا یہ فیصلہ ہے کہ ان المنافقين فی الدرك الاسفل من النار۔ یہ آیت میری سمجھ میں نہیں آئی تھی بارہ مارچ 2009 سے پہلے، جب سے میں دو سال سے یہاں آکر بیٹھا ہوں۔ دیکھیے ہمیں قومی issues پر بات کرنی چاہیے۔ سعیدہ صاحبہ کا خیال اور پھر مشہدی بھائی نے یہ کہا کہ پریس کا کام الگ ہے۔ پریس اپنا کام کرتی ہے، اس کو ہم defend کرتے ہیں یا اس کو ہم accept کرتے ہیں لیکن کسی بھی floor پر کسی دوسرے floor کے لیے، کسی personality کے لیے، کسی chair کے لیے کوئی بات نہیں کی جاتی کیونکہ ہمیں دنیا دیکھتی ہے۔ یہ ایوان بالا ہے، اس طرف لوگوں کی نظریں ہوتی ہیں۔ ہم نے کیا تماشا بنایا ہوا ہے۔ ہمیں پورے تین ہفتے ہو گئے ہیں۔ ان تین ہفتوں کی روداد پر میں نے اب سمجھا کہ یہ آیت شاید میرے لیے ہی اتری تھی۔ اگر ہم نے بجٹ پر بات نہیں کی، مجھے بڑا افسوس ہے چیئرمین صاحب، مجھے اتنا زیادہ افسوس اپنی زندگی میں کبھی نہیں ہوا جتنا افسوس مجھے اس مرتبہ ہوا کہ میں نے بجٹ پر بحث نہیں کی۔ بجٹ وہ ہوتا ہے جس میں صرف غریب کی بات ہوتی ہے، جس میں صحت کی بات ہوتی ہے، تعلیم کی بات ہوتی ہے، economy پر بات ہوتی ہے اور کوئی بات نہیں ہوتی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ specific رہیں جو مسئلہ اٹھا ہوا ہے۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: میں کہہ رہا ہوں کہ ہمارے معزز ممبران please issues کو issues رہنے دیں، انہیں politicize نہ کریں، اس کو زیادہ پھیلائیں بھی نہیں اور اس طرح ہماری Chair کی عزت بھی رکھی جائے اور منافقت نہ کی جائے، سیاست نہ کی جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی بالکل، let us be specific, سینیٹر مشاہداللہ صاحب please be specific to the point. کیونکہ میں نے ruling دینی ہے۔

سینیٹر مشاہداللہ خان: جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ میں نے کبھی irrelevant بات نہیں کی لیکن انتہائی افسوس کی بات ہے کہ میں بات کر رہا ہوں، مجھے Treasury Bench والے خاص طور پر ہمارے قائد ایوان جو بڑے محترم ہیں، ان کو دیکھیں کہ وہ مجھے curb کر رہے

ہیں، انہوں نے میری بات ہی نہیں سنی ہے۔ وہ مجھے بات کرنے سے روک رہے ہیں۔ میں غلط بات تو کر سکتا ہوں۔ میں کوئی بہت بڑا مفکر نہیں ہوں لیکن آپ میری بات تو سنیں۔ آپ میرے خیالات کو قید کرنے والے کون ہوتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہم نے سعیدہ اقبال کی بات بڑے آرام سے سنی لیکن انہوں نے XXX[1] شروع کر دیں۔ میری بات ابھی شروع ہی نہیں ہوئی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں، یہ XXX کا لفظ میں expunge کرتا ہوں۔ XXX کا لفظ نہ لگائیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: چلیں jumping کرنی شروع کر دی، انگلش میں ہم mind نہیں کرتے۔ ہم انگلش کے الفاظ کو mind نہیں کرتے۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: مشاہد اللہ صاحب یہ نہیں چلے گا، you have come into a different frame of mind. آپ ذرا parliamentary آداب میں آجائیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: نہیں، نہیں XXX میں کوئی برائی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: بہت برائیاں ہیں XXX سے آدمی کو ہرنیا بھی ہو جاتا ہے۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: چلیں آپ کوئی اور لفظ بتا دیں میں وہ کہہ دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: مشاہد صاحب specific مسئلے پر آئیں سارے ہاؤس والے بھی سن رہے ہیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: تحمل اور برداشت کا درس یہ دیتے ہیں، اس کا مظاہرہ ہم لوگ کرتے ہیں۔ ہم ان کی پوری بات سنتے ہیں۔ یہ ہماری بات سننے کو تیار نہیں ہیں۔ ہمارے لیڈر کو گالیاں دی جاتی ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: وہ علیحدہ مسئلہ ہے۔ آپ issue پر آئیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: علیحدہ مسئلہ تو ہے لیکن یہ منسلک تو اسی سے ہوتا ہے۔ آپ دیکھیں یہ تضاد نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ایک طرف آپ تحمل کی بات کر رہے ہیں، ایک طرف آپ کہہ

---

[1] XXX (Words expunged by the orders of Mr. Deputy Chairman)

رہے کہ جی فلاں آدمی کے ساتھ بڑی زیادتی ہو گئی ہے۔ اس ملک کے سب سے مقبول لیڈر کے ساتھ اگر کوئی اٹھاون منٹ تک live TV پر بات کرے اور دو منٹ میڈیا کے خلاف بات کرے تو اس کو بھی بتائیں کہ یہ تحمل کی بات نہیں ہے، یہ برداشت کی بات نہیں ہے اور غلط کو غلط کہیں۔ ہمت پیدا کریں کہ یہاں آکر اپنے لیڈر کی غلط بات کے خلاف بات کریں۔ اپنے اندر جرات پیدا کریں۔ آپ میں جرات نہیں ہے، آپ میں تحمل نہیں ہے، آپ میں برداشت نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی چیئر مین: آپ مجھے address کریں۔ آپ specifically اس مضمون پر آ جائیں، جو article آیا ہے، اس پر آجائیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: بات یہ ہے کہ جو کام اپوزیشن کرتی ہے وہ یہاں پر Treasury Bench کر رہا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئر مین: آپ specific معاملے پر آئیں، لمبا مسئلہ مت کریں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: حالانکہ اپوزیشن کی طرف یہ چیزیں ہوتی ہیں۔ یہ ایسے سقراط اور ارسطو یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں جو اپنے ماحول کو خود ہی خراب کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئر مین: آپ مجھے ایڈریس کریں۔ آپ اس article پر آ جائیں۔ آپ کا point of view کیا ہے، وہ بتائیں تاکہ میں ruling دوں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ چیئر مین صاحب کی عزت ہونی چاہیے، آپ کی عزت ہونی چاہیے۔

جناب ڈپٹی چیئر مین: Chair کی عزت ہونی چاہیے۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: ظاہر ہے آپ چیئر پر ہوں گے۔ یہاں بھی آپ کی عزت ہونی چاہیے۔ ہم تو اس حد تک کہتے ہیں۔ ہم کسی کو گالی دینے والے نہیں ہیں۔ ہم نہیں کہتے کہ تم ہماری اجازت کے بغیر فلاں صوبے میں نہیں آسکتے، فلاں شہر میں نہیں آسکتے۔ ہم یہ کبھی بھی نہیں کہتے کہ تم لوہار ہو، تم فلاں ہو۔ تمہیں بات کرنے کی تمیز نہیں ہے۔ تم بھاگ گئے تھے۔ جو خود بھاگتے رہے ہیں وہ لوگوں کو کہتے ہیں بھاگ گئے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ specific مسئلے پر آئیں، اگر آپ نہیں آتے تو معاملہ الجھا ہی رہے گا- آپ معاملے کو سلجھانے کی بجائے الجھا رہے ہیں- الفاظ کا چناؤ صحیح رکھیں- جی ڈار صاحب-

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب! کافی ہو گئی ہے اس پر-

Mr. Deputy Chairman: Please take your seats. I am putting the house in order.

نہیں بیٹھیں، میں ruling دینے لگا ہوں-

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: Please بیٹھ جائیں- میں کسی کو floor نہیں دیتا-

(مداخلت)

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب چیئرمین! آپ ruling دے دیں-

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں ruling دے دیتا ہوں. Madam, please بیٹھ جائیں-

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: طاہر مشہدی صاحب، please اس کا نوٹس لیں- اس معاملے کو آپ اس طرح link کریں کہ code of ethics کیا ہونا چاہیے Parliament specific کے دونوں ایوانوں میں؟ Parliamentarians کا code of ethics جس میں we will consult the National Assembly also. کہ یہ ان سے ہوا ہے، چیئرمین سینیٹ کے ساتھ in the office of the Senate and the National Assembly of Pakistan and the matter is referred to our Standing Committee. Thank you very much. اس میں یہ بھی ضرور لے آئیں کہ it's a unique incident, ٹھیک ہے-

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جناب نے ruling دے دی ہے-

(مداخلت)

Mr. Deputy Chairman: The floor is with the Leader of the House.

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: یہ فراخدلی سے کام لینا چاہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آجائیں جی۔ Floor is with the Leader of the House.

(مداخلت)

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب چیئرمین! اسحاق ڈار صاحب نے جو ذمہ داری کل لی تھی اور اس کے بارے میں جب انہوں نے آکر explanation دی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: انہوں نے صرف House کی facilitation کی ہے۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Whatever information was laid before this House, the information which he collected, if he is satisfied with this then I can go to some other extent also.

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں، نہیں شاہ صاحب conclude کریں۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: The information which he collected and on the basis of that, rather he wanted to give a justification or a justification on behalf of the author of that article.

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں، نہیں۔ مشاہد صاحب اصولاً Leader of the House کو disturb نہیں کیا جاتا ہے۔ یہ غزلیں کہتے کہتے انگریز آگیا تھا ہندوستان میں اور قبضہ کر لیا تھا۔

(مداخلت)

Mr. Deputy Chairman: The floor is with the Leader of the House.

آپ بولتے رہیں۔ میڈم! ذرا آپ بیٹھ جائیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: آپ نے وہ matter refer بھی کیا ہے۔

There are certain allegations against the editor of the paper. It has been said that the article was published without taking consideration of the whole context of the article. This is my submission. We would not have suggested for sending this matter to the Privileges Committee. We would not have suggested it because it related not only to the Chair of the Senate but it related to the members of Parliament.

Mr. Deputy Chairman: Yes, members of Parliament.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Had she been spoken in the National Assembly on the floor of the House, we would have got no objection to it because she is protected under Article 66 to say whatever she wants to. Although we expect from the members of the Parliament that they must have a respect and regard for the House itself, they must have a respect and regard for the Chairs of the both the Houses. Now, point is this that it is not only confined to the author of this article, it extends to the publisher, to the printer and to the editor of the particular newspaper.

Secondly, the justification which has been given that some Hasan Raoof wrote it and in a response to that, that might be justified but people think that a man who commits a fault, he should be responded in the same way. What fault Farooq Naek has committed? There is another explanation or rather justification given because that was a sponsored article by Hasan Raoof. Let us not make accusations which we can not substantiate.

اگر ان کے پاس کوئی material تھا کہ جی رؤف حسن کو کسی نے persuade کیا یا کسی نے اس کو material supply کیا۔ اگر کوئی ایسا material ہوتا تو ڈار صاحب وہ بھی بتا دیتے لیکن ایک

vague سا allegation لگایا کہ جناب یہ اس نے کسی کے کہنے پر لکھا ہے اور اس کے response کا ہے۔ اب میں یہ سمجھتا ہوں کہ

these were the words which the member did not express herself on the floor of the House. Otherwise she had a privilege to talk anything about anybody on the floor of the House but certainly this was published and there are derogatory remarks about the Chair. While the matter was subjudice before the House also, still that was being reexamined and it was being reexamined on the issue which was raised by Ishaq Dar himself also. So, what I feel is that it is very appropriate that the matter should go to the Privileges Committee, it should not be confined only to the author of this article because there was an allegation, whatever, she intended to convey that was not conveyed to us.

Mr. Deputy Chairman: Yes, something wrong has been done with the article also.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, that makes it more proper that other people should also be called to the Privileges Committee, explanation should be taken from them and then the Committee would see whether the justification given by that author is right or not.

Thirdly, what I feel is that apart from the privilege that has been breached, we have to see, privilege of the member or the Senate that has been breached, at the same time, there is a criticism on the ruling. So far that ruling holds the field, there is no restraint of the order that has not been set aside.

(مداخلت)

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: It is a hard fact.

میرا خیال ہے کہ یہ جس بات پر اعتراض کرنا چاہتے ہیں کہ اس ruling کی حیثیت کیا ہے؟ لیکن میں یہ کہہ دیتا ہوں کہ یہ ایک حقیقت ہے اور ہاؤس کی proceedings جو دس بارہ دن سے چل رہی ہیں وہ Ghafoor Haideri is occupying the seat of the Leader of the Opposition. لہذا میں اس حد تک نہیں جاتا۔ جناب! میں کہنا چاہتا ہوں کہ وہ ruling جو چیئرمین نے دی اور اس ruling کے بارے میں جو الفاظ استعمال کیے they amount to contempt, sir. So, certainly apart from the privilege that has been breached. I would request the Chair that it should be examined. The remarks which were written and published whether they amount to contempt of the ruling of the Chairman or not that should be examined also.

Mr. Deputy Chairman: Each member of the House will be asked to give his views. طاہر مشہدی صاحب! Please اس میں آپ یہ دیکھ لیجیے گا کیونکہ سینیٹ کے Chair کی اور سینیٹ کی بات ہے۔ ہارون صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

سینیٹر ہارون خان: جناب! میں نے یہ article پڑھا بھی ہے اور میں نے اس کے بارے میں اپنے honourable Senators کے views بھی دیکھے ہیں۔ مجھے ایک بڑی حیرانی سی ہو رہی ہے دیکھیں اس article میں it is neither the voice of their party nor this is the voice of this House or the voice of the National Assembly. جس طرح ہمیں باقی journalists اور columnists کا احترام ہے ایک writer نے اپنے views express کیے ہیں on some of those sentences I also disagree. I think, certain limits were crossed. Voice of the House تو یہاں clear ہو گیا ہے۔ You have seen and heard the voice of the House. اس سے زیادہ honour ہم اس seat کے لیے کیا دے سکتے ہیں۔ The respect that the Chairman, and specifically Farooq H. Naek has earned over the last two and a half years and the honour that he has earned, one article can not remove that. So, why are we showing our sensitivities to that so

much? I think this article has got in a way too much importance than it deserves. یہ ایک writer کا view تھا۔ We disagree. Certain sentences we vehemently disagree with but let us not suppress the voice or freedom of speech of people. What are we doing? We are the champions of democracy. ہم جمہوریت اور freedom of speech کے علمبردار ہیں، ہم اس کو اتنا serious کیوں لے رہے ہیں؟ Is the Chairman going to be affected by that article? Do you really think that Article 6 is going to be exercised on him? President Zardari کے بارے میں لوگ کیا کیا کچھ نہیں کہتے، talk shows اور اخباروں میں سارے politicians کے بارے میں، کیا وہ contempt نہیں ہے۔ Prime Minister کے بارے میں لوگ کیا نہیں کہتے۔ نواز شریف اور سابق صدر مشرف کے بارے میں جو لوگ کہہ رہے ہیں تو ہم ان سب کو روکیں گے اور ان سب کو Privileges Committee میں لے کر جائیں گے۔ I think, we should ignore this thing, debate ہو گئی ہے۔ میری اور آپ سب کی feelings سامنے آگئی ہیں۔ اس سے زیادہ honour اس Chair کو ہم کیا دیں گے۔ میرا خیال ہے کہ اس چیز کو ادھر ختم کریں۔ Article لکھا گیا، voice آ گئی ہے۔ لوگوں نے اپنا expression دے دیا۔ وہ freedom of speech تھی، غلط تھی صحیح تھی let it be there. The article has gone, finished, news stories are coming up today تو پلیز اس کو دیکھیں we should have broader mind اور ہمیں ایک چھوٹی سی سوچ لے کر آگے نہیں چلنا چاہیے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ، جی پروفیسر ابراہیم صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں تو دوسرے مسئلے پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اس کو ہم conclude کر چکے ہیں۔ You are on point of order.

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: آپ کی رولنگ کے بعد میرے خیال میں discussion نہیں ہو سکتی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں، وہ تو ہو گیا، میں نے طاہر مشہدی صاحب کو سن لیا، انہوں نے وہی بات سنائی تھی، سنا دی۔ طاہر مشہدی صاحب کی کمیٹی کو اختیار ہے کہ اس کو ادھر ہی دبا دیں یا code of ethics بنا دیں۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: میرا دوسرا مسئلہ انتہائی اہم ہے۔ اس پر پہلے بھی یہاں پر بات ہوئی ہے۔ NCHD کے ہزاروں افراد ایک ہفتے سے مظاہرہ کر رہے ہیں، کل ان پر لاٹھی چارج بھی ہوا ہے اور ان کے افراد گرفتار بھی ہوئے ہیں۔ رات بارہ بجے ان کو رہا کیا گیا ہے اور آج پھر ان کی طرف سے مظاہرہ ہو رہا ہے۔ یہاں پر پہلے بھی بات ہوئی لیکن ابھی تک حکومت کی طرف سے کوئی فیصلہ سامنے نہیں آیا اور شاید حکومت کی طرف سے کسی نے ان سے کوئی ملاقات بھی نہیں کی۔ میری آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ درخواست ہو گی کہ وہ ان سے ملیں، ان کی بات سنیں، ان کی تنخواہ کے بارے میں جس طرح یہاں پر بات ہوئی کہ جو arrears ہیں وہ تو فوراً release کیے جائیں اور وہ arrears ان کو فوراً دیئے جائیں۔ آئندہ کے لیے بھی ان کو مطمئن کیا جائے کہ ان کے مسائل کو کس طریقے سے حل کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہزاروں افراد پورے ملک سے جمع ہوں اور مسئلہ اسی طرح چلتا رہے تو مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا تھا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: رحمٰن ملک صاحب! دو تین باتیں آنے لگی ہیں جو آپ سے تعلق رکھتی ہیں۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: دوسرا میرے شہر کا مسئلہ ہے کہ 17 اکتوبر 2009 سے بنوں کے موبائل فون بند ہیں اور ڈیڑھ سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے بھی میں بار بار بات کر چکا ہوں اور یہاں پر مجھے یہ بتایا جاتا رہا کہ security reasons ہیں۔ جناب چیئرمین! آپ کے علم میں ہے کہ پورے ملک میں security reasons ہیں۔ کیا اسلام آباد میں security reasons نہیں ؟ کیا پشاور میں نہیں، لاہور میں نہیں ہے؟ کسی اور شہر میں security reasons کی وجہ سے موبائل بند نہیں کیے جاتے لیکن بنوں میں بند کر دیے گئے ہیں۔ 17 اکتوبر 2009 سے آج تک بند ہیں۔ لوگ وزیراعلیٰ سے ملتے ہیں، بریگیڈیر صاحب سے ملتے ہیں، دوسرے حکام سے ملتے ہیں لیکن کوئی شنوائی نہیں ہو رہی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ جی رحمت کاکڑ صاحب۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ: شکریہ جناب چیئرمین! اگر وزیر داخلہ صاحب توجہ فرمائیں، ویسے بھی ان کی یاد ہمیں بڑی آتی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: کن کی۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ: رحمٰن ملک صاحب، کبھی ناشتے اور کھانے پر بلاتے تھے اب تو وہ رشتے ناتے بھی ٹوٹ گئے۔ میری گزارش یہ ہے کہ آئی جی، ایف سی بلوچستان untouchable ہے۔ میں نے تین مرتبہ ان سے کہا ہے کہ لاء اینڈ آرڈر کی situation highways پر خراب ہے جہاں پر ہمارے ایف سی کے جوان اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں اس کی modality میں ہم positive proposals دینا چاہ رہے تھے لیکن اگر وہ ایوان بالا کے ممبر کو بھی وقت نہ دیں کیونکہ اس بات کو کوئی دو تین مہینے ہو گئے ہیں تو عام آدمی کی کون سنے گا۔ کچھ شکایات ایف سی کو عوام سے ہیں، اگرچہ یہ by design نہیں ہے، ان کی طرف سے کوئی ایسے آرڈر نہیں ہیں جو یقیناً نہیں ہیں تو اس کو صحیح کیا جائے، مجھے امید ہے کہ ملک صاحب اس رشتہ داری کو نبھائیں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اسحاق ڈار صاحب۔ رحمٰن ملک صاحب موجود ہیں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ چونکہ مشہدی صاحب چلے گئے ہیں، آپ نے رولنگ دے دی ہے اس کا بڑا احترام ہے کہ آپ نے matter refer کر دیا ہے لیکن طاہر مشہدی صاحب اپنا جو mind record پر لائے ہیں، میں ان کا بڑا احترام کرتا ہوں۔ میں نے خود بھی کہا تھا کہ آپ editorial, editing کا حق میڈیا سے نہیں چھین سکتے۔ دوسرا جو انہوں نے فرمایا کہ وہ خود بھی کالم نویس رہے ہیں۔ انہوں نے رؤف حسن صاحب کے حوالے سے کہا ہم اس پر اعتراض نہیں کر رہے، ظاہر ہے انہوں نے لکھا، ہم نے کبھی کچھ نہیں کیا۔ اسی طرح جیسے ان پر بات نہیں ہو سکتی ہے۔ اسی طرح انوشہ رحمٰن صاحبہ بھی ایک کالم نویس ہیں، انہوں نے ایم این اے کا لفظ بھی استعمال نہیں کیا۔ آپ دیکھیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نیچے ہے۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: اب بات یہ ہے کہ کالم لکھا گیا ہے۔ آپ نے refer کر دیا لیکن آپ نے Chairman of the Committee کی بات بھی سن لی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہارون

اختر صاحب کی ایک بڑی pragmatic suggestion تھی کہ اب بات has been talked out and everybody made a point ماسوائے اس کے اس میں جتنی چیزیں لکھی گئی ہیں اس پر کل یہاں بات ہو چکی ہے۔ جیسے Leader of the House نے کہا کہ اگر وہ ساری باتیں، من و عن floor پر کرتی تو ہم میں سے کوئی ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا تھا۔ اس کے باوجود آپ Privileges Committee کے rules پڑھ لیں۔ There is a point اس سے آگے آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے جب تک آپ اس ملک میں قوانین تبدیل نہیں کریں گے۔ ہمیں دقت ہوتی ہے چونکہ میں کمیٹی کا ممبر نہیں ہوں اور as I said, I wish کہ Chairman of the Committee ہو سکتا ہے وہ سن رہے ہوں تو میں یہی گزارش کروں گا کہ آپ نے ان کو refer کیا ہے but I think he has spoken his mind which is very much in line with Senator Haroon and I fully support. It has been talked out لیکن ٹھیک ہے اگر ان کی تسلی اسی میں ہے تو اگر یہ کمیٹی میں بھی جائے گا تو اس کا یہی ہوگا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: بالکل، اللہ بہتر کرے گا ہم Parliamentarians کا کوئی code of ethics نکل آئے گا۔ جی حسیب خان صاحب۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: جناب! آپ ان کو موقع دے دیں۔ میں بعد میں بولوں گا۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: میرے خیال میں سب کشمیر election campaign میں جائیں، مزاج وہی جلسوں والا آگیا ہے۔ اب رانا کی بات کدھر لے آئے ہیں، بابر اعوان کو بھی گھر بھیجا ہے، پھر مصیبت ہمارے لیے پیدا کر رہے ہیں۔ جی سردار علی خان صاحب۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: اس وقت تو نیشنل اسمبلی کے ممبران active ہوتے ہیں، ہمارے ممبران کیسے active ہو گئے ہیں۔ جی سردار علی خان صاحب۔ مشاہد اللہ خان صاحب! آپ مجھے address نہیں کرتے، خواتین کو چھیڑتے ہیں پھر reaction دیکھتے ہیں۔

سینیٹر سردار علی خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں تمام معزز اراکین سینیٹ سے عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ اس وقت ملک میں جو حالات ہیں، میں نے پچھلے دنوں

بھی کہا جب بات ہوئی کہ ہمارا ملک ایک low intensity war کے پیریڈ سے گزر رہا ہے اور ان حالات میں ہمیں بہت خطرات لاحق ہیں، ملک میں مسئلے ہیں and I do not see کہ ایسا کیا ہو گیا ہے کہ کچھ دنوں سے اس طرح کا بن گیا ہے کہ جب سے بجٹ کا اجلاس شروع ہوا ہے، نیشنل اسمبلی میں بھی اور سینیٹ میں بھی بار بار ہم ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں because I feel جیسے ہمارا ایک ترانہ ہے ''اس پرچم کے سائے تلے ہم ایک ہیں، ہم ایک ہیں'' ہم سارے ایک ہیں۔ I feel we are one. ہم ایک لوگ ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: مشاہد صاحب! آپ ریمارکس بازی نہ کریں۔

سینیٹر سردار علی خان: مشاہد صاحب جو باتیں کر رہے ہیں---

جناب ڈپٹی چیئرمین: وہ خواتین کی طرف فقرے بازی کرتے ہیں اور پھر جواب بھی سنتے ہیں۔

سینیٹر سردار علی خان: میں یہ message convey کرنا چاہ رہا ہوں۔ جناب چیئرمین! میں 1988 کی اسمبلی میں MNA تھا، ایک مرتبہ وہاں کچھ ایسا ماحول بنا، وہ میری قومی اسمبلی میں آخری تقریر تھی، جس میں، میں نے کہا کہ usually people have duel and when they have a duel, they decide that they will fire at each other by a weapon and in the one way or the other way get killed but in this case we are having a duel and the way we have adopted is that both the sides have decided that we put a bomb and we sit on top of it اور جو پہلے بھاگ گیا he loses and nobody wants to run. You sit on that bomb, it blasts and everybody goes.

میرا مقصد یہ ہے کہ یہ ایک policy of reconciliation ہے جو ملک میں start ہوئی۔ I will just take two minutes. Let us have a look at it that how it started and what was happening. We respected mandate in Punjab, we respected the mandate in Khyber Pakhtunkhwa, in Sindh and in Balochistan. "We" سے میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ "We" Peoples Party, سے میرا مقصد ہے ہماری collective will, everybody from both sides of the divide,

we agreed on that and we laid down the rules. پھر اس پر یہ سلسلہ چلتا رہا۔ I believe democracy, though it is not upto the level that it should have been اس میں غلطیاں تھیں لیکن پھر بھی یہ سلسلہ چلتا رہا۔

Now, I don’t understand that when we have passed 60% of the time and the time has again come for the people to speak, again to elect their representatives in the Senate, may be, by March and then of course we have the general elections for the National Assembly then the people will speak. I have guts feeling that there are some forces working in the country that want to disrupt this democratic system. So, this is my appeal to all the honourable members of the Senate that we should at least send some message that in our own behaviour, we should not try to put fuel on the fire further. This is my request. Thank you.

Mr. Deputy Chairman: Thank you. Abdul Haseeb Khan.

سینیٹر عبدالحسیب خان: جناب چیئرمین! آپ کا بہت بہت شکریہ اور خاص طور پر رحمٰن ملک صاحب کا بھی بہت شکریہ اور میں ہاؤس میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جب بھی رحمٰن ملک صاحب ہاؤس میں تشریف لائیں گے، میں ہمیشہ دو رکعت شکرانہ ادا کیا کروں گا نماز کے بعد۔ یہ میرا وعدہ ہے اور یہ میں سب کے سامنے کر رہا ہوں کہ ہر نماز کے بعد ادا کروں گا۔ جب بھی تشریف لائیں گے میں نماز پڑھوں گا۔

میری رحمٰن ملک صاحب سے درخواست ہے کہ وہ میری بات بڑے غور سے سنیں کیونکہ یہ بات میں ملک کے حوالے سے کر رہا ہوں، کراچی کے حوالے سے بات کر رہا ہوں، law and order کے حوالے سے بات کر رہا ہوں، بجلی کی بات کر رہا ہوں، غریب کی بات کر رہا ہوں، آگ لگنے کی بات کر رہا ہوں۔ اس سینیٹ کے فلور پر پچھلے دو ہفتوں میں کئی مرتبہ میں نے آپ پر اور نوید قمر صاحب پر یہ الزام لگایا کہ یہ دو حضرات اس کے ذمہ دار ہیں کہ یہ بات 40, 42 دن تک چلی ہے، جس میں حکومت کا 28% share ہے، 4000 آدمی ہیں، management ہے، ان دونوں کے درمیان مسئلہ حل نہیں ہو رہا ہے، راتوں رات نہیں بلکہ دن دیہاڑے PMT جلا رہے ہیں۔ میں ایک بات یہاں

record پر لانا چاہتا ہوں جناب چیئرمین! کہ کراچی میں MQM کا اپنا ایک حلقہ، اپنی ایک پہچان، اپنی ایک authority ہے۔ کچھ علاقوں میں شرپسند لوگوں نے PMT میں آگ لگائی لیکن میری پارٹی نے پاکستان کے حوالے سے، کراچی کے امن کے حوالے سے، کسی کو نہیں روکا کیونکہ پولیس وہاں پر کھڑی تماشا دیکھ رہی تھی۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے رحمٰن ملک صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ جو negotiations کے لیے committees بنائی گئیں ان میں ہمارے دو، تین ممبران ہیں، مجھے اور ہاؤس کو یہ بتایا جائے کہ 42 دن میں یہ جو 4000 آدمیوں نے آگ لگائی اور KESC کی تمام چیزوں کو جلا دیا گیا، کراچی کو اندھیرے میں مبتلا کر دیا گیا، اس کے ذمہ دار کون ہیں؟ اگر حکومت نے 42 دنوں میں ان 4000 آدمیوں کو control نہیں کیا تو پورا ملک کیسے control ہوگا؟ اس کا جواب دیا جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر سیمیں صدیقی صاحبہ۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: شکریہ جناب چیئرمین۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ پہلے Parliamentarians کو کچھ اسلحہ licences allow کیے گئے تھے اور پھر اس پر شاید پابندی لگا دی گئی تھی لیکن latest بات یہ ہے کہ اگر کسی Parliamentarian کو prohibited bore کے licence کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کے لیے وزیراعظم کے دستخط ضروری ہیں۔ پہلے وزیر داخلہ دستخط کرتے تھے لیکن یہ اب وزیراعظم کی approval کے بغیر نہیں ہوتا۔ وزیراعظم سے ہمارا ملنا تو جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔ لہٰذا اس مسئلے کو solve کریں۔ دوسری چیز یہ ہے کہ میرے توسط سے کچھ licences کے لیے چالان لوگوں نے بھرے ہوئے ہیں جن کو تین تین سال ہو گئے لیکن ابھی تک licences issue نہیں ہوئے لہٰذا رحمٰن ملک صاحب اس بارے میں بتائیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ جی زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ جناب چیئرمین۔ پچھلے دنوں آپ نے مجھے point of order پر بولنے کا موقع دیا تھا اور جب میں اس پر بات کر رہا تھا تو ہمارے معزز قائد ایوان نے دو، تین remarks ایسے پیش کیے کہ ہمیں دکھ ہوا۔ ہم تو آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ دیکھیں 18th Amendment کے بعد، جس طرح اسحٰق ڈار صاحب نے کہا، جس طرح قومی اسمبلی میں وزیر جوابدہ ہے اسی طرح اس ایوان میں بھی ہے۔ ادھر جو بات ہوئی KESC کی۔ آپ مہربانی کریں کیونکہ اگر

کوئی تحریک التواء پیش کرتا ہے تو پتا نہیں اس کا وقت کب آئے گا اور پتا نہیں آئے گا بھی یا نہیں۔ جب عوام ایک مشکل میں مبتلا ہیں اور ادھر ہاؤس چل رہا ہو، ہم ادھر بیٹھے ہوں، ہم عوام کے نمائندے ہیں۔ اگر ہم ادھر بات نہیں کریں گے اور کوئی وزیر یہ کہے کہ جی آپ تحریک پیش کر دیں اور جب اس کا نمبر آئے گا تو وزیر اس کا جواب دے دیں گے۔ اس کا کیا فائدہ ہے؟ کم از کم ایسا مذاق حکومتی benches کی طرف سے تو نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ہم پر زیادہ ذمہ داری بنتی ہے با نسبت Opposition کے۔ ہمارا معاشرہ تو ایسا ہو گیا ہے کہ ہم میں برداشت ہے ہی نہیں، ہم تنقید برداشت کر ہی نہیں سکتے، چاہے کسی طرف سے بھی ہو۔ یہ چیزیں جمہوریت کے لیے اور نہ ہی ایوانوں کے لیے بہتر ہیں۔ دیکھیں جی یہ دونوں وزراء ہیں، اس وقت عوام crises میں ہے۔ بجلی کسی کو نہیں مل رہی ہے، پانی نہیں مل رہا ہے۔ جب پانی نہیں ملے گا تو ہم تو ادھر اٹھ کر بات کریں گے تو پھر اس کا جواب کون دے گا۔ کوئی تو جواب دے کہ بھئی کیا وجہ ہے، کیوں ہے، کس وقت یہ مسئلہ حل ہو گا۔ لہٰذا آپ مہربانی فرما کر اس سلسلے میں ruling دیں۔ اسی طرح جب ایک اخبار میں آتا ہے یا ٹی وی پر خبر آتی ہے کہ لاہور یا سوات میں پٹرول نہیں مل رہا ہے تو آپ یہاں آ کر بتائیں کہ اس کی وجہ کیا ہے اور اس کے لیے کیا اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ جب ہم نے بائیکاٹ کیا تھا تو ملک صاحب آئے تھے، وزیر اعلیٰ صاحب بھی تھے اور ہم نے KESC پر تفصیل سے بات کی تھی۔ ملک صاحب نے ہم سے بہت اچھی بات کی تھی کہ وزیر اعظم نے ایک کمیٹی بنائی ہے اور پھر صدر نے اس میں interference کی۔ جو ہفتہ گزر چکا ہے اس میں ہمیں یہ تاثر ملا تھا اور ہم سے یہ وعدہ ہوا تھا کہ یہ جو پچھلا ہفتہ ہے اس میں KESC کا مسئلہ حل ہو گا۔ جب KESC کے مزدوروں کا مسئلہ ہو جائے گا تو وہاں پر بجلی بحران بھی ختم ہو جائے گا لیکن ابھی تک کیا پیش رفت ہوئی ہے یہ ملک صاحب بتا دیں۔ ساتھ یہ بھی درخواست ہے کہ کل پانی و بجلی اور پیٹرولیم دونوں کے وزراء بھی یہاں آ جائیں اور ہاؤس کو بتائیں کہ کیا مسئلہ ہے کیونکہ ہم سے عوام پوچھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ وہاں جا کر بیٹھ جاتے ہیں، جیسا کہ بلیدی صاحب نے کہا ہے کہ کیا ہم TA/DA بنانے کیے لیے آتے ہیں۔ کیا ہم اس لیے آتے ہیں کہ ہم اپنا وقت ضائع کریں یا ہم اس لیے آتے ہیں کہ ہم عوام کے مسائل کی طرف نشاندہی کریں اور اس کا اگر کوئی حل ہو سکتا ہے تو وہ بھی بتائیں اور اگر حل نہیں ہو سکتا تو وہ بھی بتائیں تاکہ عوام کو پتا تو چلے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ جی میڈم کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: شکریہ جناب چیئرمین۔ میں اس سے پہلے بھی کافی ساری بات کرنا چاہ رہی تھی مگر ظاہر ہے آپ صورتحال کو دیکھ کر اس کے مطابق ہاؤس کو چلانا بہتر سمجھتے ہیں۔ ایک بات جو سیمیں صاحبہ نے کی ہے میں اس کو second کروں گی کہ Parliamentarians کے licences پر کیا کوئی پابندی ہے؟ یہ بات ملک صاحب سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر پابندی نہیں ہے تو طریقہ کار کو اتنا مشکل کیوں بنا دیا گیا ہے؟ آپ check کر لیں کہ ایک Parliamentarian نے سال، دو سال یا دس سال میں کتنے licences بنائے ہیں۔ ہم نے total 04 licences دیئے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوا کہ خواتین کو کیا ضرورت ہے۔ جناب والا! خواتین کی جان بھی اتنی ہی قیمتی ہے جتنی مردوں کی جان قیمتی ہے۔ اس میں تفریق والی کون سی بات ہے۔

میں، ملک صاحب سے دوسری بات یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ ابھی آپ نے بلوچستان اور خاص طور پر کوئٹہ کی صورتحال دیکھی۔ ابھی ہمارے ایک بہت اچھے باکسر کا جس طرح سے وہاں قتل ہوا اور اس کے علاوہ بھی آپ کو پتا ہے کہ روزانہ دو، تین، چار target killings تو ہمارے ہاں ضرور ہو رہی ہے۔ ملک صاحب نے ایک وعدہ کیا تھا کہ میں بلوچستان کے حوالے سے بلوچستان کے ارکان کو in camera briefing دوں گا۔ میں مانتی ہوں کہ ان کی بہت مصروفیت ہے مگر ملک کا ایک حصہ، ملک کا ایک صوبہ suffer کر رہا ہے اور وہ اس وقت ان حالات سے گزر رہا ہے۔ ان حالات کے پیچھے جو کچھ ہو رہا ہے، ایف سی نے جو کچھ کیا، خروٹ آباد والا واقعہ اور اس کے علاوہ آپ کا تعلق بھی اس صوبہ سے ہے، کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ اس صوبے میں ایسے واقعات نہ ہوں، ملک صاحب سے گزارش یہ ہے۔ میں نے اور بی بی ریحانہ صاحبہ نے کل ملنے کا وقت لیا تھا تو انہوں نے کہا تھا کہ اٹھائیس تاریخ کے بعد آئیں۔ اگر ہمارا منسٹر اتنا مصروف ہے تو پرائم منسٹر سے تو کوئی گلہ ہی نہیں ہے۔ وہ تو کہیں گے کہ دو تین مہینے کے بعد آئیں۔ مہربانی کر کے ایک وقت، ایک عرصہ مقرر کر دیں۔ جب آپ پہلے چیئر پر تھے تو بڑی اچھی بات کی تھی کہ پرائم منسٹر صاحب! ایک دن آپ سینیٹ کے اراکین کے لیے وقف کر دیں۔ ہم چیمبر میں مل لیں گے مگر ایسا نہیں ہوتا۔ ہمارے چند اراکین گئے تو وہاں کے سٹاف نے کہا کہ پرائم منسٹر صاحب کے پاس وقت نہیں ہے۔ لہٰذا انہوں نے مجبوراً ہمیں واپس بھیج دیا۔ اسی طرح ملک صاحب سے بھی ملنے کے لیے اگر ہمیں ایک ہفتے کا وقت درکار ہے تو باقی لوگوں کا کیا حال ہو گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ میڈم۔ جمال خان لغاری صاحب۔ مختصر بات کیجیے۔ ملک صاحب کو بھی سننا ہے۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: سنتے جائیں گے۔ وہ roaming پر ہیں۔ جدھر بھی جائیں گے ان کے پاس information ہوتی ہے۔ ایک ہی تو وزیر ہے، جس کا اتنا دل گردہ ہے۔ دوسرے وزیروں کو ہم نے دیکھ لیا ہے۔ دوسرے وزیر ناراض نہ ہوں۔ ملک صاحب کو شاباش ہے۔ اتنے مشکل وقت میں خندہ پیشانی سے میڈیا کو handle کر لیتے ہیں۔

سینیٹر سردار محمد جمال خان لغاری: جناب چیئرمین! آج سے تین یا چار روز قبل تین گھنٹے ایک دھرنے میں بیٹھنے کے بعد میں اس ایوان میں آیا اور میں نے نیشنل ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی چار، ساڑھے چار ہزار بے سہارا معلمات اور معلم حضرات کی چیئرمین سینیٹ جناب فاروق نائیک صاحب کے سامنے ترجمانی کی اور بتایا کہ وہ بے آسرا بیٹھے ہیں۔ Devolution اور اٹھارھویں ترمیم کے بعد انہوں نے صوبوں میں جانا تھا اور صوبوں نے ان کو own کرنا یا نہ کرنا تھا۔ خیبر پختونخوا اور صوبہ سندھ کا مؤقف تھا کہ ہم انہیں own کرتے ہیں۔ مشترکہ مفادات کونسل کی میٹنگ میں پنجاب نے مؤقف اختیار کیا کہ ہم انہیں own نہیں کرتے اور اس کے بعد دو دیگر صوبوں نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔ اب پشین سے لے کر گلگت، چترال، ڈیرہ غازی خان، راجن پور، سکھر، لاہور اور مختلف اضلاع سے، پورے پاکستان سے یہ لوگ جون کی سخت گرمی کو چار دن سے برداشت کرتے ہوئے ابھی بھی ایوب چوک میں اپنے ایمان کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ کل ان پر بغیر کسی اشتعال کے زبردست وحشیانہ لاٹھی چارج ہوا اور آج اس واقعہ کی تصاویر بھی شائع ہوئی ہیں۔ آنسو گیس کی شیلنگ ہوئی۔ کئی خواتین پہلے ہی گرمی سے بے ہوش ہو کر ایمبولینسوں میں مختلف ہسپتال گئی تھیں اور کل کئی خواتین آنسو گیس سے بے ہوش ہوئی ہیں۔ کل NCHD کی دیگر representatives بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئی ہیں اور ابھی بھی وہ اس گرمی میں بیٹھی ہیں۔ چیئرمین سینیٹ نے اس دن، میری اس ترجمانی کے بعد اپنے دو representatives کو ان کے پاس بھیجا تھا۔ رضا ربانی صاحب نے بھی یقین دہانی کرائی تھی کہ ہم ان کی بات سنیں گے۔ آج سے دس مہینے پہلے کے، ان کے واجبات کی ادائیگی کی بھی یقین دہانی کرائی گئی۔ چیئرمین سینیٹ نے پندرہ دنوں میں اس ادائیگی کو ان تک پہنچانے کی بات کی اور یقین دہانی کرائی

لیکن معاملہ یہاں پر ختم نہیں ہو رہا۔ اس طریقے سے Higher Education Commission نے بھی devolve ہونا تھا اور وہ روک دیا گیا ہے کیونکہ آپ کی نوجوان نسل کے لیے اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کا پاکستان میں ہونا ضروری ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ باہر چلے جائیں۔ اس طرح پاکستان کے ان چھ لاکھ بچوں، جو غربت کی لکیر سے نیچے ہیں، کی خواندگی کے لیے بھی بنیادی تعلیم as per Constitution Article 25 ضروری ہے۔ اس لیے اس پر آپ نے فیصلہ کرنا ہے کیونکہ وہ لوگ وہاں سے کہیں نہیں جائیں گے اور ہم نہیں چاہتے کہ ان پر کسی صورت میں بھی لاٹھی چارج ہو اور آنسو گیس استعمال کی جائے۔ مجھے معلوم ہے کہ honourable Interior Minister اس وقت کھڑے ہو کر یہ بتا دیں گے کہ سینتالیس اساتذہ کو ہم لوگوں نے گرفتار کیا تھا اور رات کو بارہ ایک بجے ان کو release کر دیا۔ بات یہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ اس مسئلے کا حل نکالا جائے، اس سے پیشتر کہ ہم بھی جا کر ان کے ساتھ لاٹھی چارج اور آنسو گیس برداشت کریں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ طارق صاحب۔ آپ اور ایس ایم ظفر صاحب آخر میں۔ رحمٰن ملک صاحب کہہ رہے ہیں کہ مجھے ذرا جلدی جواب تو دینے دیں کیونکہ ان کا جواب آنا ضروری ہے۔ جی طارق صاحب۔

سینیٹر طارق عظیم خان: شکریہ جناب چیئرمین! یہ security related اور عوام کی مشکلات کے بارے میں، میرا ایک سوال ہے۔ یہ ہمارے بڑے efficient Minister ہیں، آپ نے بھی ان کی تعریف کی ہے، میں بھی ان کی تعریف کرتا ہوں۔ آپ کو، ایوان کو یاد ہو گا۔ گزشتہ سال میں نے یہ matter raise کیا تھا کہ اسلام آباد کی پرائم سڑک مارگلہ روڈ پر obstructions بنائی ہوئی ہیں اور کچھ سفارتخانوں نے وہاں eyesore بنائی ہوئی ہیں، اس کے بارے میں بات کی تھی۔ رحمٰن ملک صاحب نے اس وقت کہا تھا کہ سی ڈی اے نے ان لوگوں کو notice serve کیا ہوا ہے کہ اس کو خالی کیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ وہ ابھی تک خالی نہیں ہوئی۔ مجھے پتا نہیں کہ سی ڈی اے کے اس نوٹس کا کیا بنا۔ بہرحال یہ صورت حال ایسی ہے کہ اس مین روڈ پر جو دو تین سفارتخانے ہیں، وہاں پر کسی کو کسی قسم کے بینچ بنانے کی اجازت نہیں ہے۔ وہاں پر لوگوں کے لیے کوئی سہولت نہیں ہے۔ لوگوں کو وہاں جانا پڑتا ہے۔ اگر آپ صبح کے وقت وہاں جائیں تو دیکھیں گے کہ وہاں پر خواتین و حضرات کی قطار بنی ہوتی ہے۔ بچے بھی وہاں پر موجود ہوتے ہیں۔ بیٹھنے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ نہ

اندر جانے کا انتظام ہے۔ یہ بیچارے سڑک پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ جیسے وزیر داخلہ صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ ان کو اپنے diplomatic enclave میں shift کر دیا جائے گا۔ میں ان سے پتا کرنا چاہوں گا۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: انہوں نے نوٹ کیا ہے۔ مشاہد صاحب ان کے ساتھ علیک سلیک کر رہے ہیں۔

سینیٹر طارق عظیم خان: رحمٰن ملک صاحب اس ایوان کو بتانا چاہیں گے کہ اس کے بارے further development کیا ہوئی ہے۔ کیا یہ لوگ diplomatic enclave میں شفٹ ہو رہے ہیں؟ اگر نہیں ہو رہے تو میں ان سے درخواست کروں گا کہ کم از کم سی ڈی اے سے کہا جائے کہ عوام کی سہولت کے لیے opposite green area میں کچھ بینچ لگا دیے جائیں تاکہ جو لوگ سارا دن سڑک پر بیٹھے رہتے ہیں، ان کے لیے کوئی سہولت مہیا ہو سکے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ حاجی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب! میں جو بات کرنا چاہتا ہوں، اس کا تعلق وزیر خارجہ کے ساتھ ہے لیکن ہمارا کوئی وزیر خارجہ نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میڈم حنا ربانی موجود ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: یہ تو State Minister for Foreign Affairs ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: کچھ تو ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: رحمٰن صاحب میری طرف توجہ کریں۔ مشاہد صاحب! ادھر آپ برا کھتے ہیں، ادھر آ کر معافیاں مانگتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں نہیں۔ مشاہد صاحب ان کے پرانے دوست ہیں۔

(مداخلت)

سینیٹر حاجی محمد عدیل: میں نے ایک سال پہلے کہا تھا کہ ملک صاحب Interior Minister for Foreign Affairs بھی ہیں۔ آپ دیکھیں کہ جتنے ملک کے اندر ہوتے ہیں، اتنے

ملک سے باہر بھی ہوتے ہیں۔ مسئلہ بہت اہم ہے۔ صومالی قذاقوں نے جن پاکستانیوں کو اغوا کیا تھا، وہ شاید کراچی پہنچ چکے ہوں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سہ پہر کو پہنچنے والے ہوں گے انشاء اللہ۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: یا پہنچ رہے ہوں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان چار پاکستانیوں کی خاطر جس طرح ہماری نیوی نے، جس طرح ہمارے گورنر نے، جس طرح ہمارے میڈیا نے دلچسپی لی اور جس طرح ان کے لیے چندہ جمع ہوا، اسے appreciate کرتے ہیں۔ یہ چار پاکستانیوں کے لیے تھا۔ ہمارا بابر گیا، پھر اس کے بعد ذوالفقار گیا اور ان کو لائے۔ یہ بڑا اچھا کام کیا لیکن جناب چیئرمین! اس سے پہلے سندھ کے گاؤں سے تعلق رکھنے والے پانچ افراد کو صومالی قذاقوں کے حملے میں انڈین فورسز نے بچایا اور آج وہ بمبئی کے تھانے میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہماری سفارت کہتی ہے کہ اٹھائیس تاریخ کو ان سے ملاقات ہو گی۔ آخر انسانوں میں یہ تمیز کیوں ہے؟ صبح ٹی وی پر آرہا تھا کہ سوات کے لوگ اغوا ہوئے تھے۔ ان کا جہاز، ایک پاکستانی جہاز تھا۔ اس جہاز کے مالک نے خود چندہ کر کے، کہیں سے پیسا اکٹھا کر کے ان لوگوں کو رہا کرایا۔ پاکستان کی حکومت، پاکستان کی سفارتیں، پاکستان کی نیوی، پاکستان کے انصار برنی، پاکستان کے گورنر، کسی نے دلچسپی نہیں لی۔ پاکستان میں کچھ لوگوں کے لیے سب کچھ ہے۔ ان کے لیے نیوی حرکت میں آجاتی ہے، گورنر صاحب اور میڈیا حرکت میں آجاتا ہے۔ اسی طرح سینکڑوں لوگ پکڑے جاتے ہیں اور آج پانچ پاکستانی ممبئ کے ایک تھانے میں پڑے ہوئے ہیں اور ہمارے سفارت خانے کے لوگ اٹھائیس تاریخ کو ان سے ملیں گے۔ وہ لوگ کئی ماہ سے وہاں پڑے ہوئے ہیں اور کوئی ان کی خبر نہیں لیتا کیونکہ ان کا تعلق سندھ interior کے ایک گوٹھ، ایک گاؤں سے ہے، ان کا تعلق ایک مظلوم قومیت سے ہے۔ جو پختون لوگ اپنی کوشش سے واپس آئے، ان کا تو کسی نے ذکر بھی نہیں کیا اور نہ ہی میڈیا میں ان کی بات ہوتی ہے کیونکہ ان کا تعلق ایک مظلوم قوم سے ہے۔ پاکستان کی مظلوم قوموں کے ساتھ یہ رویہ ہے اور وہ قومیں جو طاقتور ہیں، اقتدار میں ہیں، وہ قومیں جن کے پاس اختیار ہے، جو blackmail کر سکتی ہیں، ان کے لیے پاکستان کی نیوی بھی حاضر ہے، ہیلی کاپٹر بھی جاتے ہیں، یہ اچھی بات ہے لیکن یہ عمل سب کے لیے ہونا چاہیے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: صحیح بات ہے۔ ایس ایم ظفر صاحب۔

Senator S. M. Zafar: A very small point but it concerns the Minister for Interior. Sir, on 2nd May this year in the suburbs of Abbottabad an incident happened. As a result of that Usama Bin Ladin and some more people were killed. Under the Criminal Law of Pakistan which is the relevant law, whenever any murder takes place, any killing takes place, an FIR is always registered. I have tried to find out that if any FIR of the 2nd May incident has been registered? So far I have learnt that no FIR has been registered. In an FIR, it is always mentioned who has been killed and who has been responsible for it so far as evidence *prima facie* is available. We understand that certain people came from outside but their identity can be later on found. So, therefore omission of an FIR not being registered is a very serious matter and I am bringing it to your notice for being referred to the Minister for Interior. Has it happened or has it not happened?

Mr. Deputy Chairman: Thank you. Mashhadi *Sahib*, please be short, brief and crisp.

Senator Col. (Retd.) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you sir. I am always short and brief. The honourable Interior Minister is here and I intend to take this opportunity. I also have the highest regard for Mr. Rehman Malik because he is a Minister who works, he tries, whereas no other minister does it the way he does. So he deserves the appreciation as far as that is concerned.

Sir, I want to ask the honourable minister because he is expert, truly professional in policing and in criminology. ہماری جو anti terrorist training ہے، has he got any plan to really create Anti Terrorist Squads in Pakistan in the concerned areas? کیونکہ جو مہران کا

Navy Personnel, Navy SSG کیا کہ observe ہوا ہے، پورے پاکستان نے incident followed by the PAF Personnel, PAF SSG, Karachi Police, Sindh Rangers and some elements of Pakistan Army entered and after 16 hours, killed one terrorist. تین نے تو اپنی جان خود ہی لی اور چار لاشیں اٹھا کر لے آئے۔ That is because we did not have proper coordinated and efficient Anti Terrorist Force. یہ سب developed countries میں ہے۔ As far as our security is concerned ہم بھی ایک developed country ہیں because now we have to wake to the reality. I want to ask and take this opportunity that new budget has come, new allocations have come. Are we going to have specialized, trained Anti Terrorist Squad to deal with such incidents which are happening all over the country. Well placed, fast moving, quick reaction force, who knows what they are doing اور آپ دیکھیں جہاں بھی کوئی activity ہوتی ہے، after the fact 2000 لوگ پہنچے ہوتے ہیں، 200 گاڑیاں ہوتی ہیں with the lights on and everything. Everybody is there…

جناب ڈپٹی چیئرمین: ایسا لگتا ہے جیسے Hollywood کی فلم کا action ہے اور incident کے بعد۔

Senator Col. (Retd.) Syed Tahir Hussain Mashhadi: So, I would like to have this from the honourable Minister but the ruling you gave this morning, I would like to support that. After the 18th Amendment,

and they have to attend, it is part Ministers کے لیے لازم ہے کہ وہ attend کریں of their duty. On your other ruling ہمارے ممبران کو enlighten کرنا چاہیے کہ اپنے if you want the presence of the Minister, Rules of Procedure پڑھ لیں کہ Call Attention Notice دیں so that, it is compulsory for the minister to be present to answer to your question. Thank you very much.

جناب ڈپٹی چیئرمین: رحمٰن ملک صاحب، میری بھی دو ایسی queries ہیں۔ ایک آپ جو National Anti Terrorist کو NATCA کہتے تھے۔

Senator A. Rehman Malik: Sir, NECTA, I will give the full explanation.

جناب ڈپٹی چیئرمین: ایک یہ اور دوسرا یہ کہ آپ کی رینجرز کے پاس جو weaponry ہے، وہ long rang ہے، وہ battle weaponry ہے۔ آپ 100 meters پر shoot کرنا چاہتے ہیں لیکن گولی بہت دور جاتی ہے۔ اس کے لیے sharp shooters چاہییں، اس سے چاند ماری بھی بہت کم ہوتی ہے۔ میں نے بھی وردی پہنی ہے۔ آپ یہ چیزیں درست کرا لیں، ایسا نہ ہو کہ آپ terrorist پر fire کرنا چاہیں اور پتا چلے کہ گولی 500 meters دور جان جمالی کی گاڑی میں لگی ہے۔ میں صرف گاڑی کی بات کر رہا ہوں، اپنے آپ کو بچا رہا ہوں۔ You have to change the weaponry, Sten Gun, Sten Grenades, specialist forces, Night Visions اب دور یہ آ گیا ہے you know this because you have a lot of meetings with the foreigners. The floor is with you.

سینیٹر اے رحمٰن ملک: آج دس سوالات مجھے post کیے گئے ہیں۔ اگر procedure کی بات کی جائے تو اس کے لیے Calling Attention Notice ہونا چاہیے تھا۔ یہ questions دیتے، میں ان کی تیاری کر کے آتا اور مجھے بھی جواب دینے کا مزا آتا اور میں ان کے questions بھی لیتا۔ میں آپ کو سلام کرنے اور حاضری لگانے کے لیے آیا تھا لیکن یہاں پر بٹھا لیا گیا ہوں۔ یادداشت کی بنیاد پر مجھے جو کچھ یاد ہے، میں اس بارے میں ضرور عرض کروں گا۔ کاکڑ صاحب ایک بات کہہ کر اٹھ گئے ہیں۔ جب وہ ہمارے ساتھ کابینہ میں تھے تو ہر پندرہ دنوں کے بعد ملاقات ہو جاتی تھی، کسی کمیٹی میٹنگ میں ملاقات ہو جاتی تھی۔ وہ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں، اسی فیصد تو انہوں نے خود دوری کر لی ہے، دس فیصد حالات کی وجہ سے ہے، دس فیصد ان کی مصروفیت کی وجہ سے ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ نے تو ناشتے کرائے، انہوں نے کبھی آپ کو ناشتہ کرایا ہے؟

سینیٹر اے رحمٰن ملک: کبھی نہیں کرایا، میں ہی کراتا تھا، اس لیے زیادہ یاد آتا ہوں۔ دوسری بات ڈار صاحب کی مجھے بڑی اچھی لگی۔ محترمہ بینظیر نے ڈار صاحب کے ساتھ میری دوستی

لندن میں کرائی تھی جب Charter of Democracy کے سلسلے میں ہماری پہلی میٹنگ ہوئی تھی۔ آج تک اگر کسی سے arm licence کی request نہیں آئی تو وہ صرف ڈار صاحب ہیں، یہ اگر توپ کا لائسنس کہیں تو وہ بھی ان کو مل جانا چاہیے کیونکہ انہوں نے تین سال میں کوئی request نہیں کی۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: آپ منسٹری کا ریکارڈ دیکھیں، میں نے پچھلے بیس سال سے درخواست نہیں کی۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک: میں اپنی بات کر سکتا ہوں you have never called me, you have never gave me a paper. Sir thank you. مشاہد اللہ صاحب میرے دوست ہیں، وہ کوئی معافی مانگنے نہیں آئے تھے، ہماری پرانی دوستی ہے۔ ہر بار یہ قل ہو اللہ کی بات کی جاتی ہے، بہت مرتبہ پڑھا ہے، میں نے بتایا تھا کہ میرے ساتھ جو ہوا تھا، آج بھی اگر کہیں میں پڑھ کر سنا سکتا ہوں but anyway اگر میرے دوست سینیٹر صاحب ہر نماز کے بعد دعا کرتے ہیں تو میں ان کے لیے دعا کروں گا۔ Thank you very much. Now coming back to the business, NCHD کا مسئلہ ایک گھمبیر قومی مسئلہ بن چکا ہے اور یہ ہو گا۔ 18th Amendment کے ڈار صاحب بھی روح رواں رہے، ہم سب دوستوں کو ایک میڈل بھی ملا، بہت اچھا کام ہوا لیکن کسی بھی کام کے کرنے سے پہلے implementation is very important, it is exactly like law and order. آپ کا law ہوتا ہے اگر severity ہے it doest not matter, what is important, certainty. Are you taking the action? Are you moving forward with a mode of implementation? Unfortunately اس میں یہ نہیں ہوا۔ جب آپ نے ایک package بنایا کہ devolution کے بعد ministries transfer ہوتی ہیں تو اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہے کہ جب ministries transfer ہوں گی تو ان کے ساتھ budget, offices, fixtures چلے جائیں گے لیکن اس کے ساتھ باقی جو چیزیں ہیں، وہ تو جانی چاہییں۔ ان میں جو ملازمین ہیں، ان کو ساتھ لینا چاہیے تھا۔ اگر وہ ملازم ساتھ نہیں جاتے تو یہ اس 18th Amendment کی violation ہے، جس میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ devolution میں یہ ministries جائیں گی۔ میں سمجھتا ہوں and not as Interior Minister اپنے colleague کی طرح میری request ہو گی and جو ministries if you want me to move it in writing, I will move it.

devolve ہوئی ہیں اور جو صوبے ان کو accept نہیں کر رہے، وہ ministries Federation کو واپس دینی چاہییں تا کہ وہ لوگ کھپ سکیں and I will pursue it and I will follow it because this is something which is total injustice with those people who are out side. کل سولہ سے سترہ ہزار لوگ آئے، میری بہنیں کھڑی تھیں، لغاری صاحب نے بالکل صحیح کہا کہ ان کے ساتھ بچے تھے، گرمی کا موسم ہے، ظاہر ہے ان کا مسئلہ ہے، یہ issue ہے اور کل جذبات میں انہوں نے کوشش کی کہ وہ Federal Lodges کے اندر جائیں۔ جب پولیس نے ان کو warn کیا، مجسٹریٹ ان کے ساتھ تھا، وہ نہیں مانیں، ہلکا لاٹھی چارج کیا جو نہیں کرنا چاہیے تھا۔ Tear Shells use ہوئے جو ان کو نہیں کرنے چاہییے تھے۔ یہ چیز جب میرے نوٹس میں آئی تو میں نے 47 لوگوں کو رات کو ہی رہا کرنے کا order دیا on an undertaking though the FIR was there. مجھے پتا تھا انہوں نے کوئی crime نہیں کیا، اپنے حق کے لیے لڑنے آئی ہیں، اپنے مطالبات لے کر آئی ہیں، اس کو ایسے treat نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے آج ان کو standing instructions دی ہیں کہ deal it in a friendly manner یہ ایسے نہیں ہونا چاہیے۔

میرا خیال ہے کہ آج سینیٹ سے ایک کمیٹی بنائی جائے، میری پر زور اپیل ہو گی کہ وہ اس وقت تک برخاست نہیں ہونی چاہیے جب تک یہ announce نہ کریں کہ وہ ministries جو devolve ہوئی ہیں اور جن کی devolution ہو چکی ہے، ان کے ملازمین کو کیوں نہیں لیا جا رہا۔ آپ اگر اجازت دیں تو میں ایک چھوٹا سا لطیفہ سنا دوں کہ ایک باپ اپنی مرگ کے قریب تھا تو اس کے سارے بچے اکٹھے ہو گئے، اس نے کہا کہ میرا فلاں گھر کون لے گا، ایک بولا میں میں لوں گا پھر اس نے کہا کہ میرا bank balance کون لے گا، کوئی کہتا ہے کہ میں لوں گا، یہ سارے بڑا بیٹا لیتا رہا۔ اس نے بعد میں کہا کہ مجھ پر فلاں bank کے قرضے ہیں، وہ کون ادا کرے گا تو بڑا بیٹا چھوٹے بھائیوں سے کہتا ہے کہ ساری ذمہ داریاں میں نے نہیں لینی، کوئی ذمہ داری آپ بھی لے لو۔ Please, اس ذمہ داری کو اس طرح لے کر چلیں کہ جو ساتھ baggage ہے، آپ جس کو ملازمین کہتے ہیں، ان کو ساتھ ضرور لینا چاہیے۔ میں request کروں گا کہ اگر اس کمیٹی کو ڈار صاحب head کر لیں، مشاہد صاحب head کر لیں، اس میں دونوں طرف سے ارکان ہوں کیونکہ یہ مسئلہ بہت بڑھے گا۔ میرے حساب سے یہ مسئلہ صرف 16 ہزار کا نہیں ہے، یہ 40000 تک جائے گا۔ آخر یہ problem Federation میں ہوتی ہے، لوگ وہاں سے آتے ہیں اور یہاں پر آ کر مطالبات کرتے ہیں۔ میری کل Prime Minister صاحب سے

اس کے متعلق بات ہوئی ہے، انہوں نے کہا کہ ہم ان کو فوراً 9 مہینوں کی تنخواہ دے دیتے ہیں تا کہ ان کا مسئلہ نہ ہو اور انہوں نے پنجاب کو یہ بھی offer کی اور دوسرے ایک province نے deny کیا کہ ہم نہیں لیتے، انہوں نے کہا کہ 50% burden of the employment ہے، یہ آپ لیں، ان کی تنخواہوں کا 50% burden ہم لیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ صرف Federation کی ذمہ داری نہیں ہے، 18th Amendment کے بعد provinces and Federation کو مل کر بات کرنی چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ کسی کو direction ضرور دینی چاہیے، کوئی roadmap ضرور ہونا چاہیے، کوئی SOP ضرور ہونی چاہیے۔ وہ ہوا میں نہیں بن سکتی، اگر اللہ نے آپ کو chance دیا ہے، یہاں پر یہ question اٹھایا گیا ہے، I request again for a committee اور اس کو examine کریں، اگر مجھے موقع ملا تو میں خود بھی جاؤں گا، میں ان سے بات کروں گا، اگر اجازت دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ بات کر لیں پھر کرتے ہیں۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک: میں بیٹھ جاتا ہوں، جناب! یہ بات کر لیں تو اس کا بھی جواب دے دوں گا، میں حاضر ہوں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں، please آپ بولیں۔

Senator A. Rehman Malik: Sir, no problem, I respect you a lot, I know, you always bring the valid point, if you have point to guide me, I will be very happy to accept it sir. Mr. Chairman, thank you,

یہ پہلا issue ہے، میں نے جس پر عرض کیا ہے۔ The Government is aware of the fact اور جہاں تک جو ہمارے فاضل دوست نے کہا ہے کہ ان کے پاس کوئی نہیں گیا، ہمارے Minister for Religious Affairs ان کے پاس گئے، ان کے ساتھ meeting کی، ان کو یہ چیزیں بتائی گئیں لیکن وہ لوگ اس بات پر prepared نہیں ہیں۔ ان کا یہ right ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنی ملازمتوں پر بحال کیا جائے۔

I hope the committee which will be announced by your good self, will bring some recommendations. I hope that those

recommendations will be implemented and as a worker, not as the Minister, I am ready to be a part of that committee.

جناب ڈپٹی چیئرمین: میرا خیال ہے کہ جناب عبدالرحیم مندوخیل صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔ جی عبدالرحیم مندوخیل صاحب! آپ مختصر بات کریں کیونکہ پھر continuity ٹوٹ جاتی ہے۔ ان کا patience ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ میں Opposition کو سننا چاہتا ہوں۔ جی عبدالرحیم مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! یہ مسئلہ ایسا ہے کہ یہ 18th Amendment میں آیا ہے اور اس کے لیے Implementation Committee ہے تو یہ problems بھی وہاں پر اٹھے ہیں۔ یہاں پر کمیٹی بنا کر اس کو یہ اختیار نہیں دیا جاسکتا کہ اس مسئلے کو حل کرے، وہ proper ادارہ ہے۔ جناب والا! میں اس کے پس منظر میں ایک سادہ بات کروں کہ education صوبے کا مسئلہ ہے، آپ 73 کے آئین میں دیکھیں کہ education کا مسئلہ تھا، اس پر Federation نے قبضہ کیا ہے، یہ 18th Amendment ہوئی، اس پر Federation نے قبضہ کیا تھا۔ HEC کو بغیر حساب کے اربوں روپے دیے گئے اور وہ تقسیم کر رہے تھے، ہمارے صوبوں میں تعلیم نہیں تھی کیونکہ جو رقم دینی تھی، وہ اسلام آباد کو ملتی تھی، وہ HEC کو ملتی تھی اور وہ خود خرچ کرتے تھے۔ ٹھیک ہے کہ اس میں Higher Education والے تھے، اگر وہی رقم صوبوں کو ملتی تو یہ Higher Education مکمل ہوتی۔ NCHD کا بھی یہی problem ہے، اگر پہلے دن سے education صوبوں میں سستی دی جاتی کہ اس سے بچے، غریب لوگ اور غریب استاد گزر اوقات بھی کرتے اور تعلیم بھی حاصل کرتے، نہیں، contract پر تھے یعنی NGOs کے contract پر تھے۔ اب جب transfer of power ہو رہی ہے، اس سے یہ مسئلہ ہے کہ ان کے روزگار کا مسئلہ کیسے حل کیا جائے۔ جناب والا! میں وزیر اعظم صاحب سے request کروں گا کہ اس کا constitutional, legal forum ہے، اس forum کے علاوہ ہر ایک یہ بات یاد رکھے، ہم عوام اور صوبے کبھی کسی کو اجازت نہیں دیں گے کہ وہ اپنی مرضی کریں، 18th Amendment ہو گئی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ٹھیک ہے، .thank you ڈار صاحب! Please مختصر کریں کیونکہ رحمٰن ملک request کر رہے ہیں کہ مجھے points مکمل کرنے دیں۔

سینیٹر محمد اسحٰق ڈار: جناب چیئرمین صاحب! اپنی عادت کے مطابق I am trying to facilitate. ایک بات یہ ہے کہ with all due respect ملک صاحب کی جو spirit ہے اور لغاری صاحب نے جو بات کی ہے، وہ issue on ground ہے لیکن ہمیں ہر چیز کو آئین اور قانون کی روشنی میں دیکھنا ہے۔ جیسے جناب مندوخیل صاحب نے فرمایا کہ 18th Amendment is part of the Constitution, میں چاہوں، ملک صاحب چاہیں، اس کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ آئینی طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ اس میں سے کوئی ایسا محکمہ جو devolve ہو چکا ہے، وہ تو 30 جون کو ہونے والا ہے۔ آپ کریں یا نہ کریں، آئین کے مطابق there is a cut off date, 14 months کا period تھا، وہ 30 جون کو ختم ہو جائے گا، cut off date ہے، اگر آپ اس کو change کرنا چاہتے ہیں۔ ایک آئینی طریقہ یہ ہے کہ آپ کو آئینی ترمیم لانی پڑے گی اور آپ اس کو two third سے کریں، کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

میں یہ بھی عرض کروں کہ جو ہماری 18th Amendment تھی، میں کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ یہ فیصلے ideal نہیں تھے، کئی چیزوں پر compromises ہوئے ہیں اور آپ نے ابھی سنا کہ خصوصاً چھوٹے صوبوں کے جو اعتراضات تھے کہ Federation اپنے usurper کے لیے کام کر رہی ہے، ان کو satisfy کرنے کے لیے کر رہی ہے۔ ملک صاحب نے جو فرمایا ہے کہ کمیٹی بنے، میں نے جیسا کہا کہ ان کی spirit بہت اچھی ہے، ان کی سوچ بہت اچھی ہے، ground realities ہیں کہ there is a problem but again there is a constitutional body یہ Prime Minister صاحب کے کسی Executive notification سے نہیں ہوئیں۔ اسی کی implementation کے لیے Implementation Commission قائم کیا گیا that is a constitutional body اور اس کے لیے مجھے employees کی تکلیف ہے۔ میں اب ملک صاحب کو یاد کراؤں گا کہ یہ دیکھ لیں کہ میں نے اسی issue پر as a Deputy Chairman of the Implementation Commission resign کیا، مجھے پتا تھا کہ یہ problems ہوں گی۔ ہمارے پاس اس ترمیم کے ذریعے ایک Article 267-A ہے، اگر آپ دیکھیں گے، اس میں تھا کہ کوئی ہماری difficulties آئیں گی، ہم ان کو Joint Houses کا Session کر کے ایک simple resolution کے ذریعے حل کر سکتے تھے۔ ہماری proposal تھی، ایک آدھے صوبے کو مسئلہ تھا، ملک

صاحب آپ record check کر لیں، 12th April 2011, 19th April اس کی ایک سال کی مدت تھی، 19th April وہ sunset clause تھی، آپ اس کو اس کے تحت استعمال نہیں کر سکتے۔ اس میں 12th April کو صوبوں میں اور Implementation Commission کے درمیان consensus create کر دیا اور resolution draft ہو گئی۔ چیئرمین صاحب پوری طرح چاہتے تھے کہ ہم ایک دن کا اجلاس بلا کر resolution pass کر کے کام نمٹا دیں، resolution draft تھی، تمام Members متفق تھے، minutes ہوئے ہوئے ہیں لیکن جب 19 اپریل تک وہ کام نہیں ہوا، میں 12th April سے 19th April تک daily remind کراتا رہا، مجھے یہی شک تھا جو اب ہو رہا ہے۔ آپ اس دن اس resolution کو pass کر دیتے، اتنا آسان طریقہ تھا کہ صوبے کو employees کو لینے کی ان پر آئینی condition تھی کہ they had to take it. ابھی یہ ایک long route ہے۔ Bokhari sahib will bear me out. اب وہ قوانین بنانے پڑیں گے۔آپ کا جو Civil Servant والا Section 10 ہے اسے آپ Civil Service Act میں کتنی دیر کے لیے deputation پر بھیجیں گے، ایک سال یا چھ مہینے، یہ problem عوام کو ہو گی۔ Problem ہم نے خود پیدا کی، Chairman Implementation Commission رضا ربانی صاحب چاہتے تھے، میں نے کی، minutes ہوئے، resolution بنائی گئی، مجھے نہیں پتا کونسی قوتیں ہیں جو ایک دن کے session کو بلانے کے لیے تیار نہیں تھیں اور انہوں نے make sure کیا کہ نہ آؤ اور اب اس کا نتیجہ ہم گلیوں میں دیکھ رہے ہیں کہ لوگ suffer ہو رہے ہیں۔ میں نے 20 اپریل کو Prime Minister صاحب کو لکھا، اسے پڑھ لیں۔ میرے resignation کی وجہ صرف یہی تھی۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میاں رضا ربانی صاحب! Article 267A کے بارے میں بتا دیں اور یہ جو رکاوٹیں آ رہی ہیں جیسے NCHD education فاؤنڈیشن والے ہڑتالوں پر ہیں اور ان کا future clear نہیں ہے۔ آپ Constitutional Committee کے چیئرمین رہے ہیں، صرف انہی کاموں پر تقریباً 70 sessions کیے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین! جہاں تک devolution کا تعلق ہے تو اب یہ آخری مراحل میں ہے اور ابھی میں Chief Secretaries کے ساتھ last phase کی final meeting کر رہا تھا اور جیسے ہی مجھے پتا چلا کہ یہ issue floor پر raise ہوا ہے تو میں وہ میٹنگ چھوڑ کر

آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس issue کو blow out of proportion up کیا جا رہا ہے اور جہاں تک ملازمین کا تعلق ہے تو devolution کے جو phases پہلے ہوئے ان میں آپ نے دیکھا کہ کسی بھی ملازم کو نہ تو برطرف کیا گیا اور نہ ہی جو اسلام آباد کے ملازمین تھے انہیں یہاں سے dislocate کیا گیا۔ 3rd Phase انشاءاللہ اگلے ہفتے complete ہو گا، اس میں بھی آپ دیکھیں گے کہ نہ کوئی ملازم برطرف ہو گا اور نہ اسلام آباد کے ملازمین displace ہوں گے۔ لہذا جو Ministries devolve ہو رہی ہیں ان کے ملازمین کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، مسئلہ ان دو organizations کا ہے اور ان کو ابتدا میں یہ بات بتا دی گئی تھی کہ اٹھارھویں ترمیم کے تحت یہ devolve ہوں گی۔ جب پچھلی مرتبہ یہ issue raise ہوا تھا تو میں نے اس وقت بھی آپ کو عرض کیا تھا کہ جہاں تک NCHD کا تعلق ہے تو NCHD فرد واحد کے لیے بنا اور اس وقت یہ بات کہی گئی کہ اس کی funding وہ خود generate کریں گے اور اس organization کو آگے بڑھائیں گے لیکن وہ funding generate کرنے میں ناکام رہے اور تمام کا تمام بوجھ فیڈرل گورنمنٹ پر آ گرا۔ جہاں اس کا بوجھ فیڈرل گورنمنٹ پر آ گرا اس کے ساتھ ساتھ اس ادارے کو too heavy بنایا گیا، اس میں لوگوں کو وفاق میں اور صوبوں میں administrative positions پر رکھا گیا، بہت سی گاڑیاں خریدی گئیں لیکن ساتھ ہی میں یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ اس وقت جو teachers کہلا رہے ہیں اور میں نے یہ بات اس دن بھی واضح کی تھی کہ they are not qualified teachers as such. یہاں پر قاضی جاوید صاحب بھی موجود تھے، جب یہ ادارہ معرض وجود میں آیا، یہ اس وقت Education Minister تھے۔ انہوں نے بھی اس بات کی تصدیق کی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو گاؤں یا مختلف جگہوں پر literate people ہیں اور ان کو ایک informal education کے لیے رکھا گیا۔ جب devolution کا process شروع ہوا تو جو figure دیا گیا وہ ایک بہت بڑا figure تھا یعنی 16,17 ہزار لوگوں کا figure تھا، ان کے جو schools ہیں وہ باقاعدہ schools بھی نہیں ہیں، وہ کسی کا گھر ہیں، کسی کا کمرہ ہے، کسی کا کچھ ہے، informal education ہے۔ لہذا ہم نے اس چیز کو verify کرنے کی کوشش کی کہ آیا یہ اتنے employees ہیں بھی یا نہیں۔ میں زیادہ بات نہیں کرنا چاہتا لیکن جو feedback آئی اس کے مطابق یہ تھا کہ in terms of figure بہت سی exaggeration کی گئی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان کی جو تنخواہ تھی یا ہے، وہ صرف دو ہزار روپے ہے۔ اب آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کی تنخواہ صرف دو ہزار روپے تھی۔ اس کے بعد جب یہ devolve ہوا تو یہ

issue ہمارے سامنے تھا کہ اس type کا issue بن سکتا ہے کیونکہ ہر وہ حربہ اور کوشش استعمال کی جا رہی ہے جو devolution کے process کو روک دے اور جو اٹھارھویں ترمیم کے ذریعے سے decentralization کا process شروع ہوا ہے اس کو روکا جائے۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ this is the last attempt of the vampire to strike back on the process of devolution. ہم چاہیں یا نہ چاہیں 30 تاریخ کو devolution کا process automatically مکمل ہو جائے گا۔ جیسے میں نے آپ سے عرض کیا کہ یہ issue take up کیا گیا، اس بات کو اس لیے CCI میں لیجایا گیا کہ اس issue کو سامنے اٹھایا جائے گا اور لایا جائے گا۔ CCI میں تمام Chief Ministers موجود تھے، Prime Minister صاحب موجود تھے اور جب وہاں پر discussion ہوئی تو صوبہ سندھ نے یہ کہا کہ اگر فیڈرل گورنمنٹ ہمارے ساتھ بیٹھ کر اس بات پر رضامند ہو جائے کہ وہ ایک حد تک اس کی funding کرے گی تو صوبہ سندھ باقی funding کو اٹھانے کے لیے تیار ہے۔ دیگر تین صوبوں نے یہ بات کہی کہ اگر فیڈرل گورنمنٹ funding کرے گی بھی تو ہم ان کو absorb کرنے کی position میں نہیں ہیں۔ اس کے پیچھے ان کی ایک valid reasoning تھی اور وہ یہ تھی کہ انہوں نے کہا کہ number of teachers are not ascertainable, انہوں نے بھی کوشش کی کہ وہ ان figures کو verify کریں but they have not been able to verify those figures, number one and number two is that they are not qualified regular teachers لہذا ان کی absorption in the provincial cadre of teachers is not possible because they do not posses those qualifications.

تیسری بات یہ ہے کہ the pay structure in the Provinces as I think 7 to 10 thousand rupees. The minimum salary that the teachers are getting and the salary that they are getting is two thousand rupees. So, they said کہ اتنی بڑی anomaly کو ہم adjust کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ جہاں تک ان کے arrears کا تعلق ہے، وہ بھی اس لیے کہ question arise ہوا کہ ECNIC کا کوئی فیصلہ تھا to which I was not a member even when I was in the Federal Cabinet. ECNIC میں کوئی فیصلہ ہوا and there was a dispute

کہ between the Planning Division and the NCHD on this question. issue Implementation لیکن جب یہ کیا تھا exact decision کا ECNIC I would request through you to the Interior کے سامنے آیا Commission Minister, I will just take another two or three minutes, this is an important issue and particularly with the sweeping statements that جب یہ have been coming, it is essential that this issue be clarified. یہ clearly سے Implementation Commission ہمارے پاس وہاں پر آیا تو ہم نے issue بات کہی کہ ECNIC کا decision جو بھی ہے یا آپ کا اور ان کا جو بھی dispute ہے وہ اپنی جگہ پر لیکن ان کے arrears have to be cleared اور جب لغاری صاحب نے یہ بات اٹھائی اور چیئرمین نے پندرہ دن کا time دیا تو میں نے اس سے پہلے ہی اسی وقت Planning and I was informed سے بات کی Finance Division سے اور Commission yesterday that the approval has been obtained from the Federal Government to clear their dues and in the next week or so governmental process of that will take its course and their outstanding dues will be cleared. So, I want to make it abundantly clear that as far as their future is concerned, I was hearing what the Interior Minister was saying if the Prime Minister can convince the other three provinces, we have no problem. Why should we have a problem with that? It's a problem of our back, so, if they لیکن میں ایک convince the three Provinces to take them on, very good بار پھر آپ کے توسط سے اس بات کو abundantly clear کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے دو phase کے اندر Federal Government and provinces نہیں ہے problem کا کوئی manpower اگلے ہفتے انشا اللہ مکمل ہو جائے گا-آج are on board. Third and final phase ہو گئی ہے جس میں ہم نے final meeting کی Implementation Commission I have just left the meeting with the Chief کر لی ہیں proposals final Secretaries, where we are finalizing things. The Provinces are on board, next week we are requesting the Prime Minister to hold a

meeting of the Federal Cabinet to finalize this and to give its approval. Even in the third phase, there is no problem whatsoever of the Federal employees or the employees in the provinces. The Federal Government and the Provinces on the question of employees are absolutely on the same page. آپ کو تینوں phases کے اندر انشا اللہ کسی قسم کا problem نظر نہیں آئے گا۔ ہاں! یہ دو institutions کا problem اس پورے devolution کے اندر ہے۔ آخر میں صرف یہ بات کھوں گا کہ اس بات کو ہمیں مد نظر رکھنا چاہیے کہ 1947 کے بعد اٹھارھویں ترمیم کے ذریعے یہ شاید اس ملک کی تاریخ کی سب سے بڑی restructuring of the Federal and provincial governments ہو رہی ہے۔ اس میں obviously آج problems نہیں ہیں، کل سامنے آئیں گے لیکن ان problems کو حل کرنے کا 18th Amendment mechanism کے اندر موجود ہے اور میں نے پھر جیسے کہا کہ employees کا کوئی problem نہیں ہے، صرف دو institutions کا problem ہے اور اس میں ان کے arrears کو ہم نے clear کر دیا ہے۔ ان کے future کا جو مسئلہ ہے if the Interior Minister can use his office and get the Prime Minister to convince the other three provinces, we have no problem.

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔جی رحمٰن ملک صاحب۔ تھوڑا آگے بڑھیں، آپ سے علیحدہ میٹنگ کر لیں گے۔لغاری صاحب، ذرا ٹھہریں، رحمٰن ملک کو complete کرنے دیں۔ وہ پیپر تو آپ ان کو بتا کر گئے تھے۔ چلیں بول لیں۔

Senator Sardar Mohammad Jamal Khan Leghari: With due respect to the Interior Minister, my honourable elder brother and fellow colleague Raza Rabbani *Sahib* mentioned that the National Education Foundation's teachers were getting a basic of Rs.2000/− For his enlightenment and for clarity sake, I would like to emphasise that it is not 2000/−, it is 4000/− for Matriculates, 4500/− for F.A qualified teachers and it is 5000/− for the Graduate teachers as far as the pay structure is concerned of the National Education Fund. It is not in consonance with the Government's

basic wage rate which has been determined as Rs.7000/- I would like to emphasize it. Secondly, the basic recognition of this programme was that it's going to provide basic education.

میں اردو میں بات کر لیتا ہوں جو شرح خواندگی نیچے کی طرف، تنزلی کی طرف آ رہی ہے اس کو بیساکھیوں پر کھڑا کرنے کے لیے، سہارا دینے کے مترادف ہے کہ آپ اپنی شرح خواندگی کو بڑھائیں اور یہ ان دور افتادہ اور پسماندہ علاقوں کے اندر ہے جہاں پر basic graduate teachers ملتے ہی نہیں اور ناپید ہیں تا کہ جو matriculate teacher ہے یا F.A. ہے، وہ وہاں کے غریب ترین بچے کو اپنے حجرے میں، اپنے کمرے میں پڑھا سکے۔ آپ ان تمام معلم حضرات اور معلمات کے مستقبل کو تاریکیوں میں دھکیل رہے ہیں اور ان ایوانوں میں بیٹھ کر آپ کو ان چیزوں کا اندازہ نہیں ہے۔ On ground reality یہ ہے کہ وہاں پر تعلیم ہے ہی نہیں۔

جناب چیئرمین صاحب! آپ اپنے علاقے، روجھان جمالی، جعفرآباد، نصیرآباد کو دیکھیں۔ وہاں پر کتنے ایسے سکول ہیں جہاں پر گریجویٹ ٹیچر جا کر پڑھا سکتے ہیں۔ ایسے سکولوں کے لیے پروگرام بنائیں اور اگر وزیر داخلہ صاحب نے یہ suggestion دی ہے کہ ایک ایسی چیز نظر انداز ہو گئی ہے تو اس کو نظر اندازی سے نکالنے کی خاطر اگر آئین کے اندر آپ ترمیم بھی لے آتے ہیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہائر ایجوکیشن کمیشن اس devolution سے بچ گیا چیف جسٹس سپریم کورٹ کی مداخلت سے تو آپ کیوں چاہتے ہیں کہ جو آپ کی Constitutional responsibilities ہیں آپ ایک ترمیم کی خاطر ان کو نظر انداز کر دیں۔ جناب! یہ تو اخبار میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے Chief Justice has held for early hearing of constitutional petition that these people have already filed. Why can't we live up to our responsibilities and do something for those poor and helpless ladies and gentlemen rotting away over there in the two weeks..

جناب ڈپٹی چیئرمین: I understand. Thank you جی رحمٰن ملک صاحب please continue, good offices Rehman Malik *Sahib* کے، رضا ربانی صاحب کی guidance ساری use کرتے ہوئے۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک : Thank you Mr. Chairman رضا ربانی صاحب ہمارے روح رواں ہیں، میرے استاد ہیں، بڑے بھائی بھی ہیں اور میں ان کی بڑی عزت کرتا ہوں۔ ان سے پہلے بھی guidance لیتا رہا ہوں اور میں نے بطور بیورو کریٹ بھی ان کے ساتھ کام کیا ہے۔ He is a wonderful person with a lot of wisdom and knowledge. NCHD پر بات چیت ہو چکی ہے، تفصیل سامنے آ گئی ہے لیکن میری request ہے کہ قانون عوام کی سہولت کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ جس قانون سے عوام کو فائدہ نہیں ملتا، problems ہوتے ہیں، اگر کوئی lacuna رہ گیا ہے تو reconsider کر کے اس کو دور کرنا چاہیے۔ When I request for the Committee, I mean to say جیسے کہتے ہیں کہ 'رب نیڑے یا گھسُن' اس وقت ہمارے لیے problem بنا ہوا ہے، ہمیں یہ problem حل کرنا ہے۔Sub-committee بنا کر ان لوگوں کو سن تو لیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ رضا ربانی صاحب نے بڑی اچھی explanation دی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ 40,000 بندے ہیں، ہر ایک کو employment ملے گی۔ On the floor of the House, an assurance has been given by the Chairman, we should accept it.

Mr. Deputy Chairman: Except these two people.

سینیٹر اے رحمٰن ملک: نہیں جناب! میں اس کی طرف آ رہا ہوں۔ جناب! یہ بھی پاکستانی ہیں، یہ بھی ملازم ہیں۔ اس کو ایسے نہ لیا جائے کہ اگر کسی بندے نے کوئی اچھا کام شروع کر دیا ہے، irrespective of whoever he is, whether it is a Government or a group or an individual, something good was initiated اگر اس کے result میں اتنے لوگ بھرتی ہو چکے ہیں اور ان کی امیدیں وابستہ ہو چکی ہیں تو ان کو توڑنا نہیں چاہیے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

میں strongly recommend کروں گا کہ ان کو کہیں نہ کہیں ضرور کھپایا جائے۔ اگر سولہ یا سترہ ہزار بندوں کو نوکری مل جائے تو بہت اچھا ہو گا۔ اس کے لیے میں خود بھی struggle کروں گا، اگر مجھے ربانی صاحب کے پاس چل کر بھی جانا پڑا تو میں جاؤں گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ آئین کے تحت 18th Amendment آئی ہے۔ اگر کوئی صوبہ، province, individual or groupl اس کو implement نہیں کر رہا تو اس کا بھی کوئی سد باب ہونا چاہیے

because violation of the Constitution is also a crime. I hope those who do not listen to the 18th Amendment or if they are not implementing it for their own will then they should also be taken care of by a certain principle and procedure.

اب دوسرے subject پر آ جاتے ہیں، بنوں میں ٹیلی فون اور موبائل بند ہوئے ہیں۔ Yes, they were in fact shut because of certain security requirements. اب میں یہ check کر لوں گا، جو لوگ ہمارے security کے اسے deal کر رہے ہیں ان سے بات کروں گا کہ کیا اس کو reassess کیا جاسکتا ہے؟ کیا limited level پر کھولے جاسکتے ہیں؟ کسی area کو ہم limited کرسکتے ہیں تاکہ وہاں اس کی presence نہ ہو اور اس کی circulation وہاں نہ جاسکے۔ We will work it out کہ اس کو ہم کیسے handle کرسکتے ہیں۔ Whenever I get the reply, I will give the feedback. اب Highways کے معاملے کی طرف آتے ہیں، ہمارے ایک فاضل دوست نے کہا ہے کہ آیا highways پر دہشت گردی کے سلسلے میں help ہوسکتی ہے۔ بالکل ہوسکتی ہے۔ Highway petrol, Motorway Police can help us a lot. ابھی بھی ہماری کافی مدد کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: بلوچستان میں FC ہے جو ان routes کو manage کرتی ہے۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک: جناب! میں اس کی طرف بھی آ رہا ہوں۔ بلوچستان میں موٹروے پولیس نہیں ہے۔ میں نے فی الحال آئی جی، ایف سی کو کہا ہے کہ you give some patrolling in the meantime. اگرچہ یہ محکمہ میرے control میں ہے، میرا problem یہ ہے کہ جس کے ساتھ لفظ پولیس لگ جاتا ہے یا کوئی disciplinary چیز لگ جاتی ہے، وہ رحمٰن ملک کے پیٹے پڑجاتی ہے، کھاتے پڑ جاتی ہے۔ یہ میرا محکمہ نہیں ہے، یہ محکمہ Communications Minister sahib کا ہے۔ آئی جی موٹروے، ان کے زیرِ انتظام ہے۔ بہرحال آپ کی جو خواہش ہے، میں ضرور پہنچا دوں گا لیکن Motorway is helping us a lot. مجھے پرسوں ہی پتا چلا کہ جونہی ہم اپنی موٹروے کے main point کو cross کرتے ہیں تو وہاں سے لوگ تاریں توڑ کر چوری کی گاڑیاں نکالتے تھے اور پشاور سے تھوڑا پیچھے تاریں توڑ کر اندر چلے جاتے تھے۔ اس طرح کے واقعات ہیں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر Motorway Police effective and vigilant ہو تو we can take good

actions and it can give us good results.

اب KESC کے معاملے پر آتے ہیں جس کے متعلق میرے فاضل دوست نے کہا۔ دیکھیں، آپ کو بھی پتا ہے کہ KESC privatize کر دی گئی تھی۔ ایک group کو اس امید پر دی گئی تھی کہ وہ اس کو چلائیں گے۔ Unfortunately میرے نوٹس میں یہ چیزیں آئیں، کہ وہ ابھی تک اس سلسلے میں even break بھی نہیں کر سکے۔ KESC is a commercial organization while law and order of course, is the issue of the provincial government i.e. Sindh Government. KESC کے مسئلے کا Interior کے ساتھ تعلق نہیں ہے، یہ مسئلہ Water and Power Ministry کو handle کرنا ہے۔ میرے ہاں جو law and order کی meetings ہوتی ہیں، ان میں یہ issue raise ہوا تھا اور اس معاملے کو ہم Prime Minister *Sahib* کے سامنے لے کر گئے تھے۔ انہوں نے last week ایک meeting کی جس میں انہوں نے کہا کہ ایک کمیٹی بناتے ہیں جو اس کو in depth examine کرے کہ وہاں کے employees کے کیا issues ہیں۔ ایک issue وہاں پر بتایا گیا کہ چھ ہزار بندہ ہے، ہمیں آپ تنخواہ دے رہے ہیں، ہم گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں، ہمیں وہ jobs دی جائیں جو ہم چاہتے ہیں، obviously میں یہ نہیں کہتا کہ ایسی بات ان کو نہیں کہنی چاہیے تھی، لیکن KESC میں جو لوگ Meter Readers ہیں، electric supply والی side پر ہیں یا bill making کرتے ہیں، اس میں آپ کو پتا ہے کہ پیسے ہوتے ہیں، now some of them do want to go there. اب یہ کوئی سات آٹھ معاملات کی لسٹ ہے جو میں نے دیکھی ہے۔

Sir, basically this issue is not of the Ministry of Interior. This matter pertains to the Provincial Government and Water and Power Ministry. They are doing their best.

جب ہمارے ANP کے دوست آئے تھے، ان سے میری بات ہوئی، میں نے volunteer کیا، میں unfortunately volunteer کرتا ہوں، مجھے پھنسا بھی لیتے ہیں کہ آپ کریں، تو میں نے volunteer کیا کہ ٹھیک ہے. I will come and help you میں next time جب بھی وہاں گیا، ان کو بلاؤں گا۔ اب چونکہ میں نے volunteer کیا ہے تو میں اس کی تھوڑی study کروا رہا ہوں۔ سب سے پہلے دیکھنا ہے کہ آیا اس کے root causes ختم ہوسکتے ہیں یا نہیں۔ اگر وہی

management سالہاسال چل کر بھی books میں 6 billion روپے کا نقصان دکھاتی ہے تو how do you expect them that they will give you the solution. This is what I am going to place before the Committee, if I am the member. Even if I am not the member, I will give my input which I will collect based on my knowledge and information. بنیادی طور پر اس معاملے میں Federation بھی serious ہے، صوبائی حکومت بھی serious ہے۔ آپ کہیں گے کہ جی ANP نے کیوں مسئلہ اٹھا دیا ہے یا MQM نے کیوں اٹھا دیا ہے۔ اس لیے کہ ANP اور MQM دونوں کراچی میں politically stakeholders ہیں۔ یونین میں زیادہ تر membership ہمارے ANP کے پٹھان بھائیوں کی ہے، MQM کے دوستوں کے لوگ بھی وہاں پر ہیں تو basically جب وہاں law and order situation پیدا ہوتی ہے تو دونوں پارٹیوں کے ورکرز آمنے سامنے آ جاتے ہیں۔ وہاں unions میں مختلف ethnicity ہے، اس لیے یہ ان کے لیے بھی صرف ایک law and order کا مسئلہ نہیں بنتا بلکہ this has become a political issue. اس سلسلے میں جونہی یہ کمیٹی announce ہوتی ہے we will take all the stakeholders on board. ایک کمیٹی چیف منسٹر صاحب نے بنائی تھی، جیسا انہوں نے ذکر کیا ہے، میرا خیال ہے وہ دو تین مرتبہ ملے لیکن دونوں طرف سے کوئی ان کی بات نہیں مان رہا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ high powered committee جو اس وقت پرائم منسٹر صاحب نے announce کی ہے، جو بھی لوگ اس میں ہیں، I am sure once they talk about it یہ معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔

جناب! یہاں anti-terrorist squad کی بات ہوئی ہے۔ میں اپنے فاضل دوست کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ ہماری جتنی بھی فورسز ہیں، فرنٹیئر کور، فرنٹیئر کانسٹیبلری، پولیس اور رینجرز، ہر ایک میں anti-terrorist squad موجود ہے اور بڑا ہی effective ہے۔ Even اسلام آباد پولیس میں بھی ہے۔ ان سب کو باقاعدہ طور پر locally بھی training دی جاتی ہے اور ان کو باہر سے بھی training دلائی جاتی ہے کیونکہ یہ ضروری ہے کہ وہ trained ہوں۔ آپ نے بہت سی جگہوں پر پہلے دیکھا ہوگا کہ جب کبھی بھی کوئی ایسا واقعہ ہوتا تھا تو مسئلہ یہ ہوتا تھا کہ آپ کو فون کال کر کے اِدھر، اُدھر سے لوگوں کو بلانا پڑتا تھا، اب ہم نے اس کو centralize کر دیا ہے۔ اگر کوئی ایسا واقعہ

رونما ہوتا ہے تو ایک SOP کے تحت ساری organizations وہاں پہنچ جاتی ہیں اور Hollywood کا ایک منظر پیش کرتی ہیں۔ That is an efficiency. Within one call, they are present there. I will appreciate their performance.

اب ایک specific معاملے کی طرف آتے ہیں۔ مہران بیس پر جو واقعہ ہوا basically this is a premises which is under the control of Navy and PAF جو میں نے وہاں جا کر دیکھا، وہ یہ تھا کہ پیچھے والی دیوار کافی لمبی ہے، اس کے پیچھے ایک نالہ ہے اور جو اس کے اوپر security ہونی چاہیے تھی، وہ موجود نہیں تھی۔ اس چیز کو ہم نے اپنی investigation میں بھی point out کیا ہے۔ میں یہ بھی عرض کر دوں کہ 16 گھنٹے نہیں لگے تھے۔ پونے چار بجے میں کراچی پہنچا اور ساڑھے چار بجے ہم نے operation کا فیصلہ کیا۔ ظاہر ہے وہ نیوی کی جگہ تھی، نیوی یہ چاہتی تھی کہ کوئی اور organization اس میں نہ آئے کیونکہ وہ بھی trained force ہیں، کل کو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ نیوی یہاں کام نہیں کر سکی۔ After talking to the GHQ, I spoke to the Naval Chief, I spoke to Rangers. I resolved the issue. I said ok, you lead, our Elite Force, Anti−Terrorist Squad of Rangers will assist. اگر ضرورت پڑی تو آرمی کو بھی alert کر دیا گیا they will come to the rescue. About Police Elite, I tell you on record, in less than twenty minutes, everybody was present there. They started their sweeping. ایک دہشت گرد جس نے بم پھاڑا تھا، یہ بھی اسی sweeping کی وجہ سے ہوا کیونکہ as you know sir آپ تو خود بھی فوج میں رہے ہیں کہ ایسے کاموں کے لیے ایک SOP ہوتی ہے۔ I think by nearly 9:30 p.m. یہ clear ہو چکا تھا تو اس وقت پھر یہ فیصلہ ہوا کیونکہ وہاں جھاڑیاں ہیں، آپ ان کو بھی foot by foot clear کریں۔ جب وہ foot by foot clear کر رہے تھے تو دو خودکش دہشت گرد چھپے ہوئے تھے، ایک نے ان کو دیکھتے ہی اپنے آپ کو explode کیا اور جب یہ دوسرے کے قریب پہنچے تو ہماری سندھ پولیس کے ایک DSP, Rangers اس کے ساتھ تھے، جب یہ آگے بڑھ رہے تھے تو اُس نے دہشت گرد کو دیکھ کر اس کے سر پر گولی ماری۔ آپ اگر اس کی تصویر دیکھیں تو اس دہشت گرد کا ہاتھ اس کی خودکش جیکٹ سے صرف تقریباً آدھے انچ کے فاصلے پر ہے، اگر وہ اسے دباتا تو وہ بھی اڑتا اور دوسرے لوگ بھی مارے جاتے۔ Basically, terrorists کی planning یہ

تھی کہ جونہی یہ سب کچھ clear ہو جاتا ہے، وہ چھپے رہیں گے اور ہمارے باقی دو قیمتی جہاز کھڑے تھے، یہ ان پر attack کرنے والے تھے، ان سے hand grenade بھی ملے اور کوئی 70 rounds بھی ملے۔ میں assure کرا دوں کہ آپ کی حکومت سوئی ہوئی نہیں ہے، ہم اتنے inefficient بھی نہیں ہیں، اتنے untrained بھی نہیں ہیں اور اس پر ایک combined force کا جو action ہوا وہ اس چیز کی دلیل ہے کہ سارے کے سارے clear بھی کیے گئے اور پھر وہاں سے دوسری چیزیں بھی recover ہوئیں جو ضروری تھیں۔ So, I assure him that a particular force is there ہاں ان کو enhance کرنے کی، ان کی capacity building کی، ان کی working capacity, ان کی اپنی actionable ability, that needs to be improved, تو وہ ہم کر رہے ہیں۔

جناب والا! آپ نے NECTA کا ذکر کیا۔ NECTA is a research organization. It has nothing to do with the operation. What they are doing? They are collecting the information worldwide, the experiences, the expertise of other countries and they are trying to put into our own charter. اس کو آگے لے جانے کے لیے ہم نے ابھی ایک Act draft کیا ہے، جسے پارلیمنٹ میں لایا جا رہا ہے۔ دنیا میں جہاں جہاں بھی یہ problems ہوئے ہیں، امریکہ میں ہوا ہے، برطانیہ نے کیا، ملائیشیا نے کیا، فلپائن نے کیا، ان سب ممالک پر ہم نے research کرائی ہے، even Sri Lanka and we have taken the best of the best material out of it and that is already put up to the Cabinet, I hope once it is approved, it will function according to that Act. ہمارے جتنے بھی Police Training Centers ہیں، ہم نے سب پر anti-terrorism force کے لیے training رکھی ہوئی ہے۔ باہر کے ممالک کے ساتھ ہماری جتنی negotiations ہوتی ہیں، ان کے ساتھ ہماری سب سے پہلی preference یہی ہوتی ہے کہ ہماری forces کو anti-terrorism کے tactics and actions ضرور سکھائے جائیں کیونکہ یہ بہت ضروری ہیں۔ اب ضروری نہیں ہے کہ بم ڈسپوزل والے manually or physically check کریں، اب تو laser beam کے ساتھ کرتے ہیں، کتا جاتا ہے اور پہلے وہ exactly identify کرتا ہے اور اس کے بعد اس کو monitor کر کے defuse کرتے ہیں۔ اس میں people are learning different techniques. ہمیں نہیں پتا تھا کہ یہ جنگ

ہم پر مسلط ہوتی ہے، نہ ہماری پولیس، نہ رینجرز، نہ ہماری F.C اس کے لیے trained تھیں۔ This is a guerilla warfare اور اسے handle کرنے کے لیے بھی وہی techniques ہوں گی۔ اس پر بہت سے لوگ objection بھی کرتے ہیں کہ no action has been taken, جو لوگ ضمانتوں پر رہا ہو جاتے ہیں، 'yes' they get them bailed اچھے وکیل بھی کرتے ہیں، ان کو بہت سی patting بھی ہوتی ہے، ان کی favour میں اچھے اچھے بیانات بھی آتے ہیں لیکن قانون میں تھوڑے سقم ضرور ہیں، اس میں پہلا Law of Evidence ہے جس میں ہماری جو electronic information ہوتی ہے، ہم جو plea بناتے ہیں یا ہم کوئی information or facts ان سے لیتے ہیں، ان کو جب ہم ایک evidence کی صورت میں لے کر جاتے ہیں، law does not permit you even today sir, آپ کی جو mark of identification that is only thumb impression. You can not even take photograph of an accused. DNA تو بڑی دور کی بات ہے، blood sample بہت دور کی بات ہے۔ اس کے لیے ہم نے ابھی move کیا ہے anti–Terrorism Act میں جو نئی Sections ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے معزز سینیٹر طلحہ صاحب سے گزارش کروں گا جو Standing Committee on Interior کے چیئرمین ہیں، تقریباً سال سے اوپر ہو چکا ہے، ہم نے amendments دی ہوئی ہیں، I hope if you put a time limit and if it could be approved by the Senate, so, that we can take it to the National Assembly. جتنی جلدی یہ ہو گا، اتنا بہتر ہو گا۔ میڈیا بھی اس پر بات کرتا ہے لیکن hit آخر پھر حکومت ہوتی ہے۔ ہم نے یہ قانون تقریباً ایک سال پہلے یہاں بھیجا تھا، I need your help and support to get it cleared as quick as possible. جناب والا! جو الزامات لگتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: الزامات سے پہلے خواتین سینیٹرز کو اسلحہ لائسنس چاہییں، if you want to earn their goodwill کہ وہ آپ کے پیچھے illegal weapons نہ لے آئیں۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک: جناب والا! لائسنس کی بات یہ ہے کہ

if you ask my opinion as an Interior Minister and what I have been acing, experiencing in the country, I will be the first person to

request to the Parliament that deweaponize and ban the licences please.

جناب ڈپٹی چیئرمین: وہ criminals کون پکڑے گا۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک: جناب والا! میں جو آپ کو کہہ رہا ہوں وہ controversial چیز ہے۔ جناب والا! یاد رکھیں کہ جتنے بھی مہذب ممالک ہیں، جتنے ممالک میں امن ہے، وہاں پر عوام کو لائسنس یا اسلحہ نہیں دیا جاتا ہے۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ اس وقت جتنے بھی cases پکڑے جاتے ہیں، جتنے بھی ہمارے سامنے آئے ہیں۔ جناب! اس میں ایسی بات کوئی نہیں ہے، جو criminals ہیں، وہ یہ حرکت کریں گے، اتنی تعداد میں کوئی بھی self-defence میں کسی کو defend نہیں کر سکتا لیکن اس ملک کا قانون ہے کہ ہم لائسنس رکھ سکتے ہیں۔ پہلے prohibited bore کے لائسنس وزیراعظم صاحب دیتے تھے، non-prohibited bore کے پھر میرے پاس آئے، اس پر ایک policy بنی، اس policy کے تحت اب ہم نے یہ کیا ہے کیونکہ آپ کو پتا ہے کہ I have also identified the corruption within my own Ministry, I arrested three senior officers of Additional Secretary level اور اس کے ساتھ میں نے یہ کیا کہ انہیں وہاں تک نہیں بخشا، I have gone seven years back کہ لوگوں نے لائسنس لیے لیکن سرکاری fee جمع نہیں کرائی، میں نے وہ بھی دیکھے۔ یہاں تک ہوا کہ جو لائسنس نمبر چل رہا تھا، لوگ کمپیوٹر سے اس کی duplicate copies بنا کر مارکیٹ میں بیچ دیتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ ایک simple booklet جو ایک عام printing press میں چھپی ہے، اس کو کوئی بھی print کر سکتا تھا تو اس کو کیسے ختم کرتے؟ اس کے لیے میں نے یہ کیا کہ ایک special committee بنا کر I took the recommendations, I have examined them اور آج آپ کا لائسنس it is not forgeable کیونکہ یہ I.D. Card کی صورت میں کر دیا ہے۔ ہمارے دوستوں کو تکلیف ہوتی تھی، یہ جاتے تھے، چائے بھی نہیں ملتی تھی and they use to consider that they have been humiliated. میں نے special sitting room بنوا کر، جیسے ایک proper modern reception ہوتی ہے وہ بنائی ہے۔ اب جو بھی لائسنس وزیراعظم صاحب سے منظور ہوتا ہے یا میرے through آتا ہے، اسے NADRA issue کرتی ہے and they are all put into electronic form, وہ computerized ہو چکے ہیں۔ ہم ان کو کسی بھی وقت check کر سکتے ہیں۔

ہم اس میں اور بھی improvement کریں گے۔ 30th June, 2011 کے بعد کیونکہ یہ سب devolution ہو چکی ہے، اس process کی وجہ سے لائسنس بھی سارے کے سارے صوبائی حکومتوں کو چلے جائیں گے، we will be issuing licences only to the residents of ICT. میں اپنے دل کی بات کہوں گا کہ deweaponization کراچی، لاہور اور پورے ملک میں ہونی چاہیے کیونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان licences نے ہمارے لیے problems create کی ہیں۔ آج یہ بھی عرض کروں کہ میں نے ایک scandal پکڑا ہے کہ درہ سے ایک لائسنس پر چار چار ہزار licences issue ہوئے ہیں۔ وہ کیا کرتے ہیں کہ اپنے لائسنس کو forge کیا اور جو اسلحہ اس پر ہوتا ہے، مثال کے طور پر اگر اس پر, let say weapon No. 123456 اس پسٹل یا کلاشنکوف پر وہی No.123456 ہو گا اور جب آپ کو کسی law enforcing agency والوں نے آپ کو intercept کیا ہے تو وہ لائسنس دیکھیں گے کہ لائسنس نمبر بھی ٹھیک ہے۔ اسلحہ پر نمبر بھی ٹھیک ہے، وہ Ministry of Interior یا concerned authority کو فون کریں گے، نمبر تو وہی ہے but on ground اسی طرح کے بہت ہوئے ہیں۔ اسی لیے میں certain licences cancel کر رہا ہوں اور ان کو دوبارہ computerized system میں لا رہا ہوں اور میں صوبائی حکومتوں کو درخواست کر رہا ہوں کہ وہ بھی یہی system adopt کریں۔

میں نے تو اپنی یاد داشت کی basis پر آپ کو عرض کر دیا ہے۔ اگر آپ اس سے زیادہ detail لینا چاہتے ہیں تو I will request to please give a Calling Attention Notice, put questions, I will be very happy to bring all the details. I assure you کہ میں جو کچھ ابھی کہہ رہا ہوں یہ daily routine ہے، we are working on that because what we need, we want to give an efficient system to the country. So, that آنے والے وقت میں لوگوں کے پاس سہولت بھی ہو، law and order بھی ہو اور rule of law should be there. Thank you sir.

جناب ڈپٹی چیئرمین: میڈم تین بج گئے ہیں۔

(مداخلت)

سینیٹر اے رحمٰن ملک: جناب والا! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں as a member privately بھی express کر سکتا ہوں، میں نے کہا ہے کہ پاکستان کو deweaponize

ہونا چاہیے، اس کو official نہ لیا جائے۔ آج یہ لکھ لیجیے کہ ایک وقت آئے گا کہ عوام کہے گی کہ ملک کو deweaponize کریں۔ سیمیں بہن اور دوسری خواتین ہیں، میں ان کی list منگوا لوں گا، اگر وزیراعظم صاحب نے clear کیے ہوئے یا اس میں کوئی problem ہے، I will take it to the Prime Minister myself and get them cleared sir. Thank you.

Mr. Deputy Chairman: Thank you very much. The House is adjourned to meet again on Friday, the 24th June, 2011 at 10:00 a.m.

[The House was then adjourned to meet again on Friday, the 24th June, 2011 at 10:00 a.m.]